يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اسے پورا کرے گا اگرچہ کافر لوگ ناپسند ہی کریں

ڈائری حضرت مسیح موعودؑ

یعنی

ملفوظات احمدیہ

حصہ ہفتم

جس میں سیدنا و مرشدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ مسیح موعود و مہدی معہود، مجدد صدی چہاردہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ملفوظات

از ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء تا دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

مرتبہ و شائع کردہ

خاکسار محمد منظور الٰہی ممبر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سنہ ۱۳۵۲ ہجری

تعداد طبع ۲۰۰ — مطبوعہ کوہ نور پریس ۔ ۲۰ بلڈنگ لاہور میں باہتمام ملک فیروز الدین صاحب بنیجر چھپا۔ — قیمت عہ آنہ کاپی

www.aaiil.org

قابل توجہ

اس سے پہلے ملفوظات احمدیہ کے چھ حصے ہدیہ ناظرین کئے جا چکے ہیں جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائری بہ ترتیب تاریخ مختلف اخباروں و رسالوں سے جمع کر کے شائع کی گئی تھی۔ اب یہ ساتواں حصہ شائع کیا جاتا ہے۔ حضرت صاحب کی زندگی کے آخری چھ سات سنین میں جماعت کی ترقی تعداد کے ساتھ آپ کے ساتھ ملاقات کرنیوالوں اور مذہبی امور پر گفتگو کرنے والوں کا سلسلہ بھی ترقی کر گیا۔ اس لئے مختلف امور پر آپ کو تفصیلاً بیان کرنا پڑتا تھا۔ اُن مبارک مکالمات کا بہت سا حصہ اخبارات و رسالہ جات سلسلہ میں محفوظ ہوتا چلا گیا۔ لیکن ان کا ترتیب وار کر کے شائع کرنا نہایت اہم کام تھا جس کی توفیق خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو دی۔ جو اس وقت تک کئی حصے شائع کرنے کے قابل ہو سکا ہے۔

ایک خاص امر جس کا یاد رکھنا نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس بات کا ہرگز ہرگز دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ان ملفوظات کا لفظ لفظ حضرت مسیح موعودؑ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں خواہ کوئی شخص کتنا ہی زود نویسی کا مدعی ہو وہ یہ دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اس نے آپ کا ہر ایک لفظ محفوظ کر لیا تھا بعض وقت تو لکھنے والے نے آپ کے چند اہم الفاظ بطور یادداشت لکھ لئے یا آپ کی گفتگو کا صرف مطلب ہی یاد رکھا اور بعد ازاں اُسے اپنے الفاظ میں لکھ لیا۔ اور بعض وقت ممکن ہے خود حضرت صاحب کے ہی بہت سے الفاظ محفوظ کر لئے ہوں۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ بعض اہم امور کی تفصیل اور تفسیر کے لئے آپ کی خود نوشت تحریروں کی طرف رجوع کیا جائے اور محض تقریروں کے الفاظ پر بھروسہ نہ رکھا جائے۔

خاکسار۔ محمد منظور الٰہی (خانصاحب)
احمدیہ بلڈنگس لاہور

ابتلا تھا۔ کیونکہ ان کے آنے سے نہ انہیں کوئی خاص فائدہ حاصل ہوا۔ اور نہ انہوں نے کچھ سیکھا۔ حضرت مسیح کا جو اثر ہوا اور جو کامیابی حاصل ہوئی وہ تو ظاہر ہے۔ اور جس کمزوری اور ناکامی کے ساتھ انہوں نے زندگی بسر کی وہ موجودہ اناجیل کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن مسیح موعود جس طرح پر اپنے زبردست اور قوت قدسیہ کے کامل اثر والے متبوع کا پیرو ہے۔ اسی طرح پر اسکی عظمت اور بزرگی کی شان اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور جو کامیابیاں اور نصرتیں اسجگہ خدا تعالیٰ نے ظاہر کی ہیں۔ مسیح کی زندگی میں ان کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔ نہ معجزات میں۔ نہ پیشگوئیوں میں اور نہ ہی تعلیم میں غرض جس طرح آنحضرتؐ اپنے مثیل حضرت موسیٰ سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے۔ اور گویا آپ اصل اور موسےٰ آپکا ظل تھے۔ اسی طرح مسیح موعود موسوی مسیح سے نسبت رکھتا ہے۔ نصرانیت کا اثر آجکل ایسا عام ہو گیا ہے۔ کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔ اور بعض نے اور نہیں تو فیشن میں ہی ان کا تتبع کر لیا ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے۔ وہ نیکی کرتا ہے۔ تو سمجھ نہیں سکتا۔ کہ وہ کیوں کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص بدی کی طرف جاتا ہے لیکن اگر اس سے دریافت کیا جائے۔ کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ تو بتا نہیں سکتا۔ اسی کشش پر مثنوی مولانا روم میں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک حکایت لکھی ہے۔ کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام تھا۔ صبح کے وقت جب مالک اپنے ملازم کو ہمراہ لیکر بازار میں سودا خرید کرنے کیلئے نکلا۔ تو راستہ میں آذان کی آواز سُنکر نوکر اجازت لیکر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چلا گیا۔ وہاں جو اسے نماز میں ذوق اور لذت پیدا ہوئی۔ تو وہ بعد نماز ذکر میں مشغول ہو گیا۔ آقا نے کچھ دیر انتظار کر کے اُسے آواز دی اور کہا تجھے اندر کس نے پکڑ لیا۔ نوکر نے جواب دیا کہ جس نے تجھے اندر آنے سے باہر پکڑ لیا۔ غرض انسان کے اندر کشش لگی ہوئی ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰)

ظہر و عصر و شام و عشا کی نمازیں حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائیں۔ اور کوئی قابل ذکر گفتگو نہ ہوئی۔

۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
آج الہام ہوا "نتیجہ خلاف امید ہے"
لیکن اسکی کوئی تصریح نہیں فرمائی گئی۔ سیر میں مختلف گفتگو ہوئی۔
عصر کی نمازیں حضرت اقدسؑ نے باجماعت ادا فرمائیں۔ شام کی نماز کے بعد میاں نبی بخش صاحب نمبردار پنڈوری نے عرض کی کہ حضور میں کچھ لکھا پڑھا آدمی نہیں ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔ علم کیا اصل ضرورت عمل کی ہے۔
ایک شخص نے عرض کی کہ وہ ملازمت چھوڑ کر تجارت کرنا چاہتا ہے۔
حضور کا اسمیں کیا مشورہ ہے۔ آپنے فرمایا کہ:۔
نوکری چھوڑنی نہیں چاہیئے۔ قیام فی ما اقام اللہ بھی ضروری ہے۔ بلا وجہ ملازمت چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔
ایک ہندو نوجوان نے جو طالب حق اپنا نام رکھتا تھا۔ عرض کی کہ حضور میں ایک عرصہ سے طلب حق چاہتا ہوں۔ مگر مجھے ابھی تک وہ راہ نہیں ملی۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔
طلب حق کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اوّل۔ عقل سلیم چاہیئے کیونکہ بعض لوگ طلب حق تو چاہتے ہیں لیکن غبی اور بلید طبع ہوتے ہیں اور قوت فیصلہ نہیں رکھتے اسلئے جو کچھ سمجھایا جائے اسے سمجھ نہیں سکتے اور کل مذاہب ان کے سامنے پیش کئے جائیں۔ تو وہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کہ ان میں سے حق کس کے ساتھ ہے۔ یہ ایک قسم کی بیماری ہے جسے اطبا نے سوفسطائی عقل لکھا ہے ایسی طبائع پر وہم غالب ہوتا ہے پس طلب حق کے لئے سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس پر وہم غالب نہ ہو۔ دوم۔ قبول حق کے لئے جرأت رکھتا ہو۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ حق کو تو سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن برادری کے تعلقات کو توڑنا نہیں چاہتے ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں۔ یہ بزدلی بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ پہلے پہل جو بچہ مدرسہ میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کے سامنے تو الجبرا ہی پیش کی جاتی ہے۔ کوئی بڑی کتاب نہیں اس کے سامنے رکھی جاتی۔ اسی طرح مذاہب کی پرکھ میں پہلے نسبتاً موٹے موٹے

اصولوں میں مقابلہ کرکے دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ حق کس طرف ہے مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ اسوقت مذاہب کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور امر حق صاف طور پر بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ اسطرف توجہ نہیں کیجاتی۔ ہمارے ملک ہندوستان میں سب ہی مذاہب موجود ہیں سناتن دھرم عیسائی۔ آریہ۔ مسلمان۔ بدھ۔ سکھ وغیرہ بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مذہب کی پہلی جڑ اور جڑ خداشناسی ہے۔ جس کا پہلا قدم ہی غلط اور بے ٹھکانہ نکلے اس کا دوسرا قدم کب ٹھکانہ پر پڑ سکتا ہے۔ اسی اصل پر مذاہب کی پڑتال کرلو۔ کہ کونسا مذہب خداشناسی کا بہترین رستہ پیش کرتا ہے۔ سب سے اول سناتن دھرم کو لے لو اس مذہب نے کوئی جڑی بوٹی پتھر۔ درخت چاند۔ سورج وغیرہ مخلوق نہیں چھوڑی جس کی پرستش نہیں کی۔ اور جسے معبود نہیں بنایا۔ اب جس مذہب کا خداشناسی کے بارے میں یہ حال ہو۔ اسے علوم حقہ سے کب حصہ مل سکتا ہے۔ اور اسکی اخلاقی حالتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں۔ وہ ریل کو بھی دیکھینگے۔ تو اسے بھی سجدہ کرنے کو تیار ہونگے۔ اسے خدا ماننے لگینگے۔ پھر ان میں ایک اور فرقہ ہے۔ جو اپنے آپکو اصلاح یافتہ کہتا ہے۔ اور اسے آریہ کہتے ہیں جن کی خداشناسی کا یہ حال ہے۔ کہ انہوں نے وید کی تعلیم کے خلاف خدا کی توحید کا زبانی اقرار تو کیا ہے۔ گو ویدوں میں اگنی۔ وایو وغیرہ دیگر عناصر کی پرستش کا ذکر موجود ہے۔ لیکن یہ فرقہ اپنی زبان سے اقراری ہے۔ وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتا۔ تاہم باوجود اس اقرار کے خداشناسی کے معاملہ میں اسنے بھی سخت ٹھوکر کھائی ہے اور وہ اس طرح کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے۔ بلکہ اسے خود بخود پیدا شدہ چیزوں کا جوڑنے جاڑنے والا تسلیم کرتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کی اس عظیم الشان صفت سے انکار کیا گیا ہے۔ تو ایسا ناقص اور ادھورا خدا کب کسی کو قبول ہو سکتا ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے خدا کی اور صفات کا بھی انکار کیا ہے۔ مثلاً ان کا عقیدہ ہے۔ کہ خدا کسی انسان کو اپنی طرف سے کچھ بھی عطا نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ کسی کو ملتا ہے۔ وہ اسکے اپنے گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے اس عقیدہ کے ساتھ انہیں یہ بھی ماننا پڑا۔ کہ اگر گناہ کا وجود دنیا میں نہ ہوتا۔ تو پھر دنیا کا کاروبار ہی نہ چل سکتا۔ کیونکہ گائے۔ بکری۔ بھینس و دیگر آرام دہ

مخلوق جو انسانوں کے گذشتہ اعمال کے نتائج میں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ دنیا سے ناپید ہوتیں۔ ۔ یہ ہے وہ خدا جو اس قوم نے مانا ہے۔ گویا حقیقی خداشناسی سے یہ قوم بھی محروم ہے۔

پھر اس کے علاوہ ایک اور مذہب ہے جسکی اشاعت کیلئے کروڑہا روپیہ ہر سال خرچ کیا جارہا ہے۔ اور وہ عیسائی مذہب ہے۔ اسمیں خدا شناسی کی حالت اور بھی بدتر ہے۔ وہ تو سرے سے تثلیث یعنی تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے۔ کہ ان کے نزدیک انسان اس کی ماہیت نہیں سمجھ سکتا۔ ان تین خداؤں میں سے ایک خدا عاجز انسان بھی ہے۔ جو حضرت مریم کی پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جسکی ساری عمر بقول اناجیل مروجہ نہایت کرب اور اضطراب کی حالت میں گذری۔ ماریں کھاتا رہا۔ اور پھر آخر کار اسکے دشمن یہودیوں نے اسے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا۔ جب خدا کا یہ نمونہ ہو۔ تو ایسے خدا کو کون سمجھدار انسان مان سکتا ہے۔

اسی مسئلہ خداشناسی کے متعلق جو تعلیم اسلام نے دی ہے۔ وہ ایسی صاف اور مدلل ہے۔ کہ ہر عقلمند اسکے ماننے پر مجبور ہے۔ اسلام بتاتا ہے۔ کہ اللہ وہ ہے۔ جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقائص سے مبرّا ہے۔ وہ تمام اشیاء عالم کا خالق اور مالک ہے۔ رحمٰن یعنی بلا وجہ دینے والا اور رحیم یعنی اعمال کے نتائج دینے والا ہے اسلام دنیا کی کسی مخلوق کو خدا یا خدا کا ہمسر نہیں بتاتا بلکہ خالق اور مخلوق میں ایک بیّن فرق بیان کر دیتا ہے۔ اس معاملہ میں خواہ کسی مذہب سے مقابلہ کیا جائے۔ کوئی مذہب بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور یہی اسکی سچائی کی دلیل ہے۔

مذہب کی دوسری اصل یہ ہے۔ کہ دیکھا جائے۔ کہ وہ مخلوق کے حقوق کو کس طرح سے قائم کرتا ہے۔ اسمیں بھی اسلام اور دیگر مذاہب کا باہمی مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے۔ اس معاملہ میں آریہ مذہب نے تو یہاں تک ظلم کیا ہے کہ اسمیں بجز بے عزتی کے۔ اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مثلاً وہ نیوگ کی تعلیم دیتا ہے۔ جسکی حقیقت یہ ہے۔ کہ جس شخص کے ہاں اولاد نہ ہو۔ تو وہ اپنی بیوی

کو دوسرے شخص سے ہم بستر کرواکر اولاد حاصل کرے۔ غور کرو۔ کہ ایسی تعلیم پاکیزگی اور غیرت کا کس طرح خون کرنے والی ہے۔ کہ ایک شخص کے ہاں اگر بدقسمتی سے چند سال تک اولاد نہ ہو۔ تو اسے حکم دیا جائے۔ کہ وہ اپنی بیوی کو اولاد لینے کی خاطر دوسرے لوگوں سے ہم بستر کرائے۔ یہ نہایت شرمناک بات ہے یہاں قادیان میں ایک آریہ موجود ہے۔ کہ جب اس سے اس نیوگ کے بارہ میں دریافت کیا جائے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ اسکا کیا مضائقہ ہے؟ یقیناً کوئی عقل مند اور باعزت شخص ایسی تعلیم پر عامل نہیں ہو سکتا۔ میں نے کسی جگہ پڑھا تھا۔ کہ ایک بنگالی ہندو آریہ ہو گیا۔ ایک برہمو نے جب اسپر نیوگ کی حقیقت کھولی۔ تو اس نے سیتا رتھ پرکاش زمین پر دے ماری اور پکار اُٹھا۔ کہ وہ ایسے بے غیرت مذہب کو خیرباد کہتا ہے۔ عیسائی مذہب نے تو کفارہ کی تعلیم دیکر اور شریعت کو لعنت قرار دیکر مخلوق خدا پر از حد ظلم کیا ہے۔ کہ نیکی کا دروازہ بند کر دیا۔ اور قوائے انسانی کی۔۔۔۔ بے حد بے حرمتی کی۔ جب یہ کہدیا کہ کوئی انسان نیکی کر ہی نہیں سکتا ان مذاہب کے مقابل پر اسلام تمام مخلوق کے حقوق کی نگہداشت کرتا۔ اور انکی پوری پوری حفاظت کرتا ہے۔ وہ نہ نیوگ جیسی بے غیرتی والی اور نہ کفارہ جیسی تعلیم دیتا ہے۔ نہ اسنے خدا کی شریعت کو لعنت قرار دیا۔ بلکہ اسنے انسانی اخلاق کو اپنے جائز مقام پر رکھا ہے۔ معاملہ بالکل صاف ہے۔ اگر انسان کے دل میں وہم نہ ہو۔ اور بزدل نہ ہو۔ تو قبول حق میں اسے کوئی رکاوٹ نہ ہونی چاہئے ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔

سائل۔ ان مذاہب کی تعلیم پر تو مجھے پہلے سے ہی اعتراضات ہیں۔ لیکن اسلام کی کتابیں میں نے مطالعہ نہیں کیں؟

حضرت مسیح موعود۔ آپ قرآن شریف کو پڑھیں۔ جس سے آپ پر اسلام کی تعلیم واضح ہو جائیگی کہ وہ خدا اور مخلوق کے حقوق کے بارہ میں کیا تعلیم دیتا ہے انہیں دونو تعلیمات پر غور کرنے سے انسان پر حق کھل جاتا ہے۔

اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے سر ولیم میور کی ایک کتاب بنائی جو اس نے مسلمانوں کے ساتھ مناظرہ کرنیکے متعلق ہدایات پر لکھی تھی۔ اس کے بعد چند آدمیوں نے بیعت کی

بعدازاں طالب حق نے عرض کی۔ کہ اسے خواب آیا تھا۔ کہ مسیح کے پاس جاؤ اور اس سے دریافت کرو۔ اگر وہ کہے کہ وہ مسیح ہے۔ تو پھر جو کچھ وہ کہے اُسے مان لو۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ ہم تو سالہاسال سے اپنے اس دعوے مسیحیت کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکی تائید میں ہزارہا نشان ظاہر کئے ہیں۔ اور جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے سمجھ اور سعادت عطا فرمائی ہے۔ وہ سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن جنہیں ان صفات حسنہ سے کوئی حصّہ نہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اگر حق شناسی کی راہ میں وہم اور بزدلی نہ ہو۔ تو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ سارا مشرق اور مغرب چھان لو کسی جگہ بجز اسلام کے حق نہیں ملیگا۔ مجھے تو تعجب آتا ہے۔ کہ لوگ جب بازار سے ایک پیسہ کی چیز خریدتے ہیں۔ تو اسے نہایت دیکھ بھال کر لیتے ہیں۔ لیکن مذہب کے بارہ میں ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص توہمات میں گرفتار نہ ہو۔ تو اس زمانہ میں جملہ مذاہب کے حسن و قبح معلوم کرنے میں اسے کوئی دقت پیش نہیں آسکتی۔ مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے۔ اگر انسان سچا مسلمان بنجائے۔ تو پاکیزہ بنجاتا ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب میں یہ بات نہیں۔ کیا ایک عیسائی یا آریہ پاک بن سکتا ہے۔ عیسائی مذہب میں جاکر دیکھ لو۔ کہ انجیل میں کہیں منع نہیں کہ عورتوں کو غیر مردوں کے جلسوں میں شامل ہو کر نہ ناچنا چاہیئے۔ یہ محض قرآن کی ہی تعلیم ہے۔ کہ عورتوں کو نامحرم مردوں کے ساتھ خلاملا سے منع کیا ہے۔ ..... تعجب ہے۔ کہ وہ عقل کیا ہوئی۔ جو تاریکی اور روشنی میں تمیز نہیں کر سکتی۔ یہ الگ امر ہے کہ کوئی شخص اس تعلیم کا پکا عامل نہ ہو۔ لیکن جو شخص ویدا ناجیل کی پوری پوری پیروی کرنے کا مدعی ہو۔ تو اسے انکی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ اور نیوگ وغیرہ مسائل پر عمل کرنا ہوگا۔ برخلاف انکے جو شخص اسلام کی تعلیم کا پختہ عامل ہوگا۔ وہ خدا کو وحدہ لاشریک مانیگا۔ اور ہر قسم کی بے حیائی اور ناپاکی سے دور رہیگا۔ نہ صرف خود ان برائیوں سے بچتا رہیگا۔ بلکہ عورتوں اور بچوں کو بھی پاکدامن اور باعصمت بنانے پر تاکید کرتا رہیگا۔ مذاہب کی ان ہر دو تصاویر پر غور کر لو۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جو شخص کسی خاص دین کیطرف

منسوب ہوتا ہے۔ وہ حقیقی نام اسکی پیروی کا بھی حاصل کر سکتا ہے۔ جب اسکی تعلیم پر پورا پورا عمل کرے۔ قران کا ایک جزو بھی پڑھ لینے سے بہت کچھ حقیقت کھل جاتی ہے۔

پھر بعد اسکے نماز عشا باجماعت ادا فرما کر حضرت اقدس اندر تشریف لیگئے۔

۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء آج جمعہ کا دن تھا۔ اسلئے حضرت مسیح موعودؑ صبح کے وقت سیر کیلئے باہر نہ نکلے۔ جمعہ اور عصر کی نمازیں آپنے باجماعت ادا فرمائیں۔ شام کی نماز کے بعد چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر میاں نبی بخش صاحب نمبردار چک ۱۰۸ نے دعا کی درخواست کی۔ کہ اس کے دل میں آپکی محبت بڑھے آپنے فرمایا کہ:۔

اللہ تعالی نے جو اخلاص اور توجہ عطا کی ہے۔ خود اسی نے ابتدا کی ہے اسلئے شکر کرو کہ وہ اسے اور بھی بڑھائے۔ یہ محض اس کا فضل ہے۔ جو اسنے تمہیں حق شناسی کی توفیق دی۔ ورنہ اگر دل کو سخت کر دے تو انسان کا رجوع کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ یہ اسی کا فضل ہوتا ہے۔ کہ وہ یقین اور اخلاص عطا کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اس کا شکریہ ادا کرے۔ تو وہ اسے بڑھاتا ہے۔ پس شکر کرو کہ اسکا فضل اور بھی ترقی کرے نمازوں میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا بہت تکرار کیا کرو کیونکہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ خدا کے فضل اور گمشدہ متاع کو واپس لاتا ہے۔

اسکے بعد مولوی فتح الدین صاحب نے اپنی پنجابی نظم آپکے سامنے سنائی بعد ادائے نماز عشاء آپ اندر تشریف لے گئے۔ (الحکم جلد ۶ ۷ نمبر)

یکم نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی اور بعد ازاں حسب معمول سیر کے لئے باہر تشریف لیگئے۔ تمام راہ آپکے مخاطب مولوی فتح الدین صاحب رہے جن کو بار بار آپ ذہن نشین کراتے رہے۔ کہ مباحثات میں ہمیشہ استدلال کے دوسرے طریقوں کو چھوڑ کر یہ طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم سب سے مقدم ہے۔ اور احادیث ظن کے مرتبہ پر ہیں۔ جو امر قرآن کریم سے ثابت ہو جائے احادیث خواہ اسکے خلاف کروڑ بھی ہوں۔ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتیں۔

چونکہ مولوی فتح الدین صاحب نے بھی اپنی کتاب میں احادیث سے اکثر استنباط کیا تھا۔ جسے وہ حضرت صاحب کی خدمت میں سناتے رہے۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

مخالفین کے سامنے یہ امر پیش کرنا چاہیئے۔ کہ وہ خود قائل ہیں کہ اصح الکتاب قرآن شریف ہی ہے۔ احادیث حضرت نبی کریم کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد جمع کی گئیں۔ پھر انمیں باہمی تناقض پایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں مہدی کا ذکر ہے دوسری میں ہے۔ لا مھدی الا عیسٰے پھر مہدی کی احادیث کو ایک جگہ ضعیف لکھدیا ہے۔ مسیح کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر سے اُتریگا۔ تو اس دعوے کی ایک ٹانگ تو اسطرح سے ٹوٹ گئی۔ کہ قرآن شریف بار بار کسی شخص کا دوبارہ دُنیا میں آنا ممنوع قرار دیتا ہے۔ اگر کسی حدیث میں اسکے خلاف کچھ لکھا ہو۔ تو وہ قرآن شریف کی ظاہری تعلیم کے خلاف پڑنے کے باعث قابل تاویل ٹھریگی۔ اور اگر کوئی حدیث ظاہری اور تاویلی معنوں کے رو سے بھی قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف نکلے تو وہ ناقابل اعتبار قرار دی جائیگی۔ ورنہ پھر اسلام سارے کا سارا درہم برہم ہو جائیگا۔ یاد رکھو۔ کہ اسلام کا تمام دار و مدار قرآن پر ہے۔ اور یہی اس کا ستون ہے۔ جب قرآن شریف میں صریح طور پر آگیا ہے۔ کہ مسیح وفات پا چکے ہیں۔ تو پھر انکار کے کیا معنے ہیں۔ اگر ان لوگوں کا احادیث پر اسقدر اعتبار ہے۔ تو پھر رفع یدین کے بارہ میں جو چار سو احادیث آئی ہیں۔ ان پر کیوں نہیں عمل کرتے۔ ہمارا بیان کردہ مسئلہ وفات مسیح اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے عین موافق ہے جس طرح سے یہ لوگ حضرت مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں ویسے ہی یہودی لوگ حضرت الیاسؑ کی آمد ثانی کے منتظر تھے۔ پیغمبروں کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر وسیع ہو۔ پیغمبر کے لئے یہ ممکن اور جائز ہے کہ بعض الہام کردہ امور کی تفاصیل اسپر نہ کھلیں۔ مثلاً جو امور آخرت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد ہی انکی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے نہیں پھر ہمارے مخالف کیوں اپنے محدود اور ناقص علم کی بنا پر اس قدر باتیں کرتے ہیں۔ یہودیوں کو حضرت الیاسؑ کی دوبارہ آمد کی انتظار تھی۔

حضرت مسیحؑ نے انہیں کہا۔ کہ حضرت یحییٰ ہی الیاس ہیں خواہ قبول کرو یا نہ کرو۔ پھر حضرت یحییٰؑ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آیا وہ الیاس ہے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ کہ وہ الیاس نہیں۔ پھر بار بار ہمارے سامنے نزول کی احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر مسیح اسرائیلی ہی نے دوبارہ آنا تھا۔ تو پھر حضرت رسول کریمؐ نے آنے والے مسیح کا حلیہ الگ کیوں بیان فرمایا۔ اسکی کیا ضرورت تھی۔

ہمارے دوستوں کو مباحثات میں ہمیشہ یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف ہر امر میں مقدم ہے۔ جب اسپر فریق ثانی اتفاق کرلے تو اسی پر ساری باتیں فیصلہ ہوسکتی ہیں۔ اور اگر وہ سارا دارومدار احادیث پر رکھے۔ تو پھر اسے کہا جائے۔ کہ قرآن کی ضرورت ہی کیا ہوئی۔ جب اس کا دعوے ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ تو اگر اسے چھوڑ دیا جائے۔ تو پھر اسکو مقدم رکھنے کا دعوے کرنا محض دھوکا دہی ہے۔

قران کی آیت انہ لعلم للساعۃ کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہودیوں کے ادبار اور ذلت کی نشانی مسیح کے آنے کا وقت تھا۔ اور آیت جعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل بھی اسی کی تصدیق کرتی ہے۔

ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عوام کو دھوکا دینے کے لئے احادیث کے ذخیرہ کے سوا اور کچھ پیش نہیں کرتے ہیں۔ کہ وہ آسمان سے اُتریگا۔ ہم نزول مسیح کی احادیث کو تو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن نزول کے معنے قرآنی استدلال کی بنا پر کرتے ہیں۔ جہاں یہ ضروری نہیں۔ کہ نزول کے معنی آسمان سے ہی اُترنا ہو۔ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کہ ہم نے آسمان سے لوہا اُتارا۔ سو لیشی اُتارے۔ رسول اللہ کو اُتارا۔ وغیرہ وغیرہ تو اب کوئی ہمارا مخالف بتائے۔ کہ کیا ان چیزوں کو کسی نے آسمان سے اُترتا ہوا۔ اپنی آنکھوں دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نزول کا لفظ اختیار کرنے میں یہ سر تھا۔ کہ اگرچہ مسلم کی ایک حدیث میں نزول کی بجائے مبعوث کا لفظ بھی آیا ہے۔ لیکن نزول کا لفظ اختیار کرنے میں یہ بھید تھا۔ کہ اس زمانہ میں تمام برکات زمین سے اٹھکر آسمان پر چلی جائینگی۔ اور پھر جب مسیح آئیگا۔ تو وہ اپنے ہمراہ ان کو دوبارہ لے آئیگا۔ غرض چونکہ اس زمانہ میں ایمان اور اسکے برکات زمین

پر نہ رہینگی۔ اسلئے ان فیوض اور برکات کے لانے پر نزول کا لفظ استعمال فرمایا۔
دیکھو پانی آسمان سے آتا ہے۔ حالانکہ زمین پر بھی پانی ہوتا ہے۔ اسپر کوئی شخص
اعتراض نہیں کرتا۔ کہ قرآن میں کیوں لکھا ہے۔ کہ آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے؟
اصل بات یہ ہے۔ کہ اگر آسمان سے پانی بصورت بارش نازل نہ ہو۔ تو زمینی پانی
جو کنوؤں اور چشموں کے ذریعہ ملتا ہے۔ وہ بھی خشک ہوجاتا ہے۔ اس لئے آسمان
کا پانی مقدم ہے۔ اسی طرح نبی اور مامور اگرچہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ لیکن
ان تعلقات روحانی کی وجہ سے جو ان کے آسمان پر ہوتے ہیں۔ ان کی بعثت کو
آسمان سے نازل ہونے سے۔۔۔ مشابہت دی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اپنے
زمانہ میں آسمانی فیوض اور برکات لوگوں کو پہنچاتے ہیں۔

مباحثات میں ہماری جماعت کو یہ طرز اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ سب سے اول
اسکے قواعد مرتب کرلئے جائیں۔ پھر سوالات جو دریافت طلب ہوں۔ پھر ان کے
جوابات کی پرکھ کیلئے سب سے مقدم قرآن کریم کو رکھا جائے۔ کیونکہ وہ خدا کا کلام
ہے۔ پھر سنت رسولؐ کو کیونکہ سنت کے معنی روشن اور راہ کے ہیں۔ یا دوسرے
الفاظ میں رسول اللہ کا پاک عمل یعنی جو کچھ آنحضرتؐ کو بذریعہ وحی آلہی حکم ہوتا تھا۔
آپ اسپر سب سے پہلے عمل کرکے لوگوں کو دکھاتے تھے۔ اس پر عمل کرکے دکھا
دینے کا نام سنت ہے۔ ہمارے مخالفوں کو یہ سخت غلطی لگی ہوئی ہے۔ کہ وہ
سنت اور حدیث کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سر دو بالکل الگ الگ ہیں
اگر احادیث کا مجموعہ جو حضرت نبی کریمؐ کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد لکھا گیا
نہ بھی ہوتا۔ تب بھی آپ کی سنت مفقود نہ ہوسکتی تھی۔ کیونکہ اس کا سلسلہ تو
تو نزول قرآن کے ساتھ ساتھ ہی چلا آتا تھا۔ لیکن احادیث وہ اقوال رسولؐ ہیں
جو آپؐ کے منہ سے نکلے اور پھر آپؐ کی وفات کے بعد دوسری صدی میں حافظہ سے
لکھے گئے۔ اسی لئے احادیث ظنیات میں سے ہیں یعنی انمیں صدق اور کذب کا
احتمال ہے۔ ممکن ہے۔ کہ جھوٹی ہوں۔ اور ممکن ہے۔ کہ سچی ہوں۔ لیکن قرآن کریم
اس قسم کے احتمالات سے بالکل پاک ہے۔ اگر احادیث پر ہی ہمارے دین کا
مدار ہوتا۔ تو آنحضرتؐ بھی ان کے جمع کرنے کا اپنے سامنے اہتمام فرما جاتے۔

قرآن کریم کا نام فرقان رکھا ہے۔ یعنی حق و باطل میں فیصلہ کر دینے والا۔ لیکن ہمارے مخالف اسے عملاً فرقان نہیں سمجھتے۔ پھر اسکے بعد سنت ہے ہماری تائید پر قرآن مجید ہے۔ پھر آپ کی سنت بھی چنانچہ قرآن کریم کے بیان کردہ اصول **ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** (یعنی محمد نہیں مگر رسول اس سے پہلے سب رسول مر گئے) پر آپؐ کی سنت موجود ہے۔ کہ آپ نے وفات پائی ہمارے ہاتھ میں تو یہ نظیر موجود ہے۔

ہمارے مخالف بعض وقت کہدیتے ہیں۔ کہ نزول مسیح کی جو تاویل تم پیش کرتے ہو۔ یہ تاویل کیا کسی نے پہلے بھی کی ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ جس شخص (یعنی حضرت مسیحؑ) کے بارہ میں تمہیں اتنی مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ اسنے خود دوبارہ آمد کی تاویل بیان کردی ہوئی ہے۔ کیونکہ اسے بھی اپنے وقت میں اسی مشکل کا سامنا ہوگیا تھا۔ اور اسنے بھی وہی تاویل کرکے اپنی خلاصی کروائی۔ جواب ہم کرتے ہیں۔ نظیر بھی آخر کچھ قابل وقعت چیز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی سنت کو بطور نظیر کے پیش کیا کرتا ہے۔ اگر آنحضرتؐ دوبارہ آجاتے۔ تو کوئی حرج کی بات نہ تھی کیونکہ آپ نے تو کبھی خدائی کا دعوے نہیں کیا تھا۔ نہ آپ کبھی خدا بنائے گئے۔ لیکن عیسائی کہتے ہیں۔ کہ مسیح نے خدائی کا دعوے کیا تھا۔ اور وہ اسے خدا مانتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کیوں ایسا طریق اختیار کرتا۔ جس سے خود اسکی خدائی میں رخنہ پڑجانے کا اندیشہ ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کے منہ سے یہ اقرار خود کروادیا۔ کہ دوبارہ آنیکے معنے کیا ہوتے ہیں۔ اسلئے خود اسکی اپنی دوبارہ آمد کے معنی بھی وہی کرنے پڑینگے۔ جو اسنے الیاس کی دوبارہ آمد کے بیان کئے۔

وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ سے ہمارے مخالف یہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت مسیحؑ آئینگے تو کل اہل کتاب ان پر ایمان لائینگے۔ اور اسکے متعلق وہ ابوہریرہ رضؓ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اتنا معلوم نہیں۔ کہ تفسیر مظہری میں اس آیت پر خوب جرح و قدح کی گئی ہے اور اسنے اسکی دوسری قرأت قبل موتھم کی لکھی ہے۔ اور پھر ابوہریرہ رضؓ کی اس حدیث پر بھی نکتہ چینی کی ہے کہ وہ بھی از روئے درایت درست

نہیں۔ علاوہ بریں یہ معنے قرآن کریم کی دوسری آیات کے صریح مخالف ہونے کی وجہ سے بھی قابل قبول نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ حضرت عیسےٰؑ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ یعنی کفار کا وجود بھی قیامت تک رہیگا۔ کیونکہ اگر منکرین کا وجود ہی نہ ہو تو غلبہ مخالفین پر کیسا۔ پھر دوسری جگہ فرمایا۔ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ ۔ اور پھر تیسری جگہ فرمایا۔ واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ ۔ ان سب آیات پر مجموعی نظر ڈالنے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہوجاتی ہے۔ کہ کل مذاہب مختلفہ باقی رہینگے۔ اور یہ کہنا کہ سب لوگ مسلمان ہوجائینگے۔ از روئے قرآن غلط ہے۔ ایک خداترس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن کو ہر حال میں مقدم رکھے۔ کیونکہ قرآن کریم کے نصوص قطعیہ ہر ایک جھگڑے کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ سورۃ تحریم میں ہے۔ کہ مسیح بن مریم اسی امت میں سے ہوگا۔ پھر سورہ النور میں ہے۔ کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے ہونگے

پھر

حضرت نبی کریمؐ نے آنیوالے مسیح کا نام حَکَم رکھا ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے۔ کہ موعود مسیح کے وقت بہت سے فرقے ہونگے۔ جنمیں اختلاف عظیم ہوگا اور کثرت سے انمیں غلطیاں ہونگی۔ اور مختلف الرائے لوگ ہونگے۔ لیکن ان سب اختلافات میں مسیح موعود کا فیصلہ ناطق اور اسلام کے لئے مفید ہوگا۔ اگر موعود نے آکر ہر قسم کے لوگوں کی باتیں قبول کرلینی تھیں۔ تو اسکا نام حَکَم رکھنا بالکل بے معنی بات ہے۔

ہمارے مخالف کہتے ہیں۔ کہ اگر موعود مسیح نے آسمان سے نازل نہ ہونا تھا تو پھر نزول کا لفظ کیوں استعمال فرمایا۔ کوئی اور لفظ استعمال کر دیا ہوتا۔ تاکہ غلط فہمی نہ پھیلتی۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مسلم کی ایک حدیث میں اس کے بارہ میں مبعوث کا لفظ بھی آیا ہے۔ نزول کا لفظ اس لئے استعمال فرمایا۔ کہ اس زمانہ میں دنیا سے کل روحانی برکات اور فیوض اٹھ جائینگے۔ تو مسیح موعود کی بعثت سے وہ دوبارہ آسمان سے نازل ہوجائینگے۔ . . . . . .

. . . . . بالفرض اگر مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا ہی اس کا نشان ہے۔ تو پھر حضرت نبی کریمؐ نے آنے والے کا حلیہ کیوں بیان فرمایا کیونکہ جب وہ آسمان سے اترتا دکھائی دیگا۔ تو پھر کسی کو انکار کی گنجائش ہی نہیں ہوگی۔

پھر اس کھلے کھلے نزول آسمان کے نشان کے ساتھ ہی یہ پیش کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ علم للساعۃ ہے۔ جس سے اسکی حیات ثابت کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اتنا معلوم نہیں۔ کہ ساعت کے معنی قیامت ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہود قوم کو کہا گیا تھا۔ کہ مسیح تمہارے ادبار کی نشانی ہے جسکے بعد سلسلہ نبوت تمہاری قوم سے منقطع ہو کر بنی اسماعیل میں منتقل ہو جائیگا۔ ساعت عذاب کی گھڑی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کے آنے پر یہودی کا قوم کا وہی حشر ہوا۔ اسکی تائیدات آیات مثلاً لنبی اسرائیل اور لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسے ابن مریم سے بھی ہوتی ہے۔ پس آیت علم للساعۃ کے صحیح معنی یہی ہیں۔ کہ حضرت مسیح کا آنا یہودی قوم کی بربادی کا نشان ہے۔ جس کے بعد ان میں سے نبوت . . . منقطع کر دی گئی۔

ہمارے مخالف بجائے قرآن کریم کو ہر امر میں مقدم رکھنے کے احادیث پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریمؐ نے اپنی امت کو کہیں وصیت فرمائی تھی۔ کہ آپ کے بعد بخاری وغیرہ کتب کو مانا جائے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کی وصیت تو یہ تھی۔ کہ آپ کی امت کے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ قیامت کے دن ہم قرآن سے پوچھے جائینگے۔ نہ کہ زید و بکر کے جمع کردہ سرمایہ سے یہ سوال ہم سے ہرگز نہ ہوگا۔ کہ ہم صحاح ستہ وغیرہ پر کیوں ایمان نہ لائے۔ بلکہ پوچھا تو یہ جائیگا۔ کہ ہم نے قرآن کو کیوں نہ مانا۔ بعض لوگ قران کریم کو مجمل اور صامت کہدیا کرتے ہیں۔ یہ انکی غلطی ہے۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے۔ کہ وہ بینات من الھدی۔ تفصیلا لکل شئی ہے۔ پھر اس کا نام فرقان رکھا گیا ہے۔ اگر یہ کوئی دینی امر کھول کر بیان نہیں کرتا ہے

تو پھر اس کا نام فرقان رکھنا بے معنی بات ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ ایسا کہنے والوں کے دل میں قرآن پاک کی عزت نہیں ہوتی۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم حضرت نبی کریمؐ کی زندگی مبارک تو قرآن کی تکمیل تک ہی تھی جب دین کامل ہوگیا۔ تو اسکے بعد آپ بہت جلد انتقال فرما گئے۔ اگر یہ مجمل اور صامت تھا۔ تو کون اسے کامل کہہ سکتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی خام خیالی ہے کوئی سمجھدار بادشاہ ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ جس سے اسکی بادشاہی میں خلل آجائے۔ پھر خدا جو علیم وخبیر ہے کیوں ایسا طریق اختیار کرتا جس سے اسکی خدائی میں بٹا لگے۔

اس کے بعد میاں فتح دین صاحب نے عرض کی۔ کہ ہم لوگ بڑے خطا کار ہیں۔ کئی قسم کے فاسد خیالات آتے رہتے ہیں۔ کیونکہ سب طرف طاعون کا زور ہو رہا ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ کے ۔۔۔ ساتھ دلی تعلق ہے۔ وہ رسوائی کی موت کبھی نہیں مر سکتا۔

ایک بزرگ کا قصہ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ انکی بڑی دعا یہی تھی۔ کہ طوس کے مقام میں فوت ہوں۔ چنانچہ ایک کشف بھی انہیں اسی کی تائید میں ہوا۔ کہ وہ طوس میں ہی مرینگے۔ ایام سفر میں وہ ایک دوسرے مقام پر سخت بیمار ہوگئے۔ اور زندگی سے بالکل ناامید ہوگئے۔ تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی۔ کہ اگر وہ اسی جگہ مر جائیں۔ تو انہیں یہود کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ جب شاگردوں نے اسکی وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ انکی بڑی خواہش اور دعا یہ تھی۔ کہ وہ طوس میں فوت پائیں۔ لیکن میرے یہاں مر جانے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ اسلئے وہ مسلمانوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتے۔ خدا کی قدرت کہ وہ آہستہ آہستہ روبصحت ہوگئے۔ اور پھر طوس میں جاکر فوت ہوگئے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ اسلئے انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ پکا مومن بنے۔ اگر انسان پکا مومن بنجائے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے رسوائی کی موت سے یقیناً بچا لیگا۔ اللہ تعالیٰ دل کے خیالات پر مواخذہ نہیں کیا کرتا۔ جبتک ان خیالات پر عزیمت

نہ کرے۔ مثلاً ایک چور اگر بازار میں سے جاتے ہوئے۔ صراف کی دکان پر اشرفیوں کا ڈھیر دیکھے۔ اور اسکے دل میں خیال اٹھے۔ کہ کاش اسکے پاس یہ روپیہ ہو۔ پھر وہ اس روپیہ کو چرانے کا قصد کرلے لیکن پھر دل اسے ملامت کرے۔ اور وہ چوری کرنے سے باز رہے۔ تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ پختہ ارادہ کرلے۔ کہ جونہی موقعہ ملا۔ وہ اسے ضرور چرالیگا۔ تو اس صورت میں وہ گنہگار ٹھیریگا۔ حضرت آدم کے قصہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا۔ ولم نجد لہ عزما۔ یعنی ہم نے اسمیں عزیمت نہ پائی عصیٰ آدم کا مطلب یہ ہے۔ کہ صورت عصیان کی تھی۔ مثلاً ایک آقا اپنے غلام کو کہے۔ کہ وہ فلاں راستہ سے جاکر فلاں کام کرآئے۔ تو اگر غلام اپنا اجتہاد کرے۔ اور کسی دوسرے راستہ سے جاکر کام کرآئے۔ تو گویہ عصیان تو ضرور ہوگا۔ لیکن نافرمانی نہ ہوگی۔ بلکہ اسے اجتہادی غلطی کہا جائیگا۔ جسپر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے خرگوش کی حلت کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو آپنے فرمایا کہ:۔

اصل اشیاء میں حلت ہے۔ حرمت جبتک قطعی نص سے ثابت نہ ہو۔ تبتک نہیں ہوتی۔ احادیث کے بارے میں ہمارا تو یہی مذہب ہے کہ ادنےٰ سے ادنےٰ حدیث پر بھی عمل کرلیا جائے۔ جبتک کہ وہ مخالف قرآن نہ ہو۔

سنت کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

امام اعظمؒ نے رفع یدین پر کیوں عمل نہ کیا؟ کیا آپکے وقت میں احادیث کے راوی نہ تھے؟ راوی تو موجود تھے۔ لیکن چونکہ آپ کو یہ سنت اس وقت کے لوگوں میں نظر نہ آئی اسلئے آپ نے اسپر عمل نہ کیا۔ یہود نصاریٰ تو محرف و مبدل توریت و اناجیل کو لئے پھرتے ہیں۔ اسکے بالمقابل بدقسمت مولوی لوگ بجائے قرآن کے احادیث کو لئے پھرتے ہیں۔

غیر از جماعت مسلمانوں کا جنازہ پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا گیا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک منافق کو کفن دیا۔ اور اسکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ممکن ہے۔

کہ اسنے غرغرہ کے وقت توبہ کرلی ہو۔ مومن کا کام ہے۔ کہ حسن ظن رکھے۔ اس لئے نماز جنازہ کا جواز رکھا ہے۔ کہ ہر ایک کی پڑھ لی جائے۔ ہاں اگر کوئی سخت معاند ہو۔ یا فساد کا اندیشہ ہے۔ تو پھر نہ پڑھنی چاہیئے۔ ہماری جماعت کے سر پر فرضیت نہیں ہے۔ بطور احسان کے ہماری جماعت دوسرے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھ سکتی ہے۔ وَصَلِّ علیہم ان صلوتک سکنٌ لھم صلوۃ سے مراد نماز جنازہ ہے۔ سکن لھم دلالت کرتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی دعا گنہ گار کو سکینت اور ٹھنڈک بخشتی تھی۔

پھر وفات مسیح کے تذکرہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

آیت فلما توفیتنی سے دو فائدے ہماری جماعت کو اٹھانے چاہئیں۔ اول تو یہ کہ حضرت عیسےٰؑ اسمیں کہتے ہیں۔ کہ انکی وفات کے بعد انکی امت بگڑی جس کی انہیں خبر نہیں۔ پس اگر حضرت عیسےٰ ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ تو پھر یہ بھی مان لینا چاہیئے۔ کہ عیسائی ابھی تک صراط مستقیم پر ہیں۔ اور بہ لحاظ دین کے انمیں کوئی فساد نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس آیت کا اطلاق انپر ان کے دوبارہ نزول کے بعد ہے۔ تو اس صورت میں حضرت مسیحؑ معاذ اللہ کذاب ٹھہرتے ہیں۔ کہ باوجود اسکے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آکر چالیس سال رہے۔ اور اپنی قوم کی بداعتقادی دیکھکر ان کی اصلاح کی اور صلیب کو توڑا۔ خنزیروں کو قتل کیا۔ لیکن باوجود اس علم کے خدا کے حضور قیامت کے دن معاذ اللہ جھوٹ بولینگے۔ کہ انہیں اپنے متبعین کی بداعتقادی کا کوئی علم نہیں۔" (البدر ۳ جلد ۱)

اتنے میں حضرت اقدسؑ کا مکان قریب آگیا۔ اور السلام علیکم کہکر آپ اندر تشریف لے گئے۔

ظہر کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد میں تشریف لاکر باجماعت ادا فرمائی۔ اور بعد ادائگی نماز اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

عصر کی نماز سے پیشتر ہی آپ باہر تشریف لے آئے۔ اور مولوی سید سرور شاہ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے جو موضع بدہ میں بغرض تبلیغ وغیرہ گئے ہوئے تھے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر جلسہ مباحثہ کی مختصر

کیفیت عرض کی جسپر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو مباحثات میں وہی پہلو اختیار کرنے پر زور دیا۔ جسے آپ صبح کی سیر میں بیان فرما چکے تھے۔ تفصیلاً حالات مباحثہ سننے کیلئے شام کا وقت مقرر ہوا۔ اور حضرت اقدسؑ بعد ادائگی نماز اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

مغرب کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ جسکے بعد آپنے مباحثہ ندّہ کی کیفیت سنانے کا حکم فرمایا۔ جسپر مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے کیفیت و شرائط مباحثہ وغیرہ کھڑے ہوکر سنائیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اس امر پر سخت افسوس ہوا۔ کہ فریقین نے اپنے اپنے دعاوی کے متعلق دلائل لکھنے کے لئے صرف بیس بیس منٹ مقرر کئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ ایسے حالات میں مباحثہ ہرگز قبول نہ کرنا چاہیئے تھا۔ یہ تو ایک قسم کا دلائل کا خون کرنا ہے۔ جب ہم مدعی ہیں۔ تو ہمیں اپنے دعاوی کے دلائل کیلئے تفصیل کی ضرورت ہے۔ جو خاصہ وقت چاہتی ہے۔ پھر جب دلائل لکھے جاتے ہیں تو توجہ ہوتی ہے۔ جسپر فیضان الٰہی کا دروازہ کھلجاتا ہے۔ اسلئے ہم فیضان الٰہی کا وقت کیسے مقرر کر سکتے ہیں۔

اسکے بعد مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے طرفین کی تمام تحریریں پڑھکر سنائیں۔ جو ہماری جماعت کے ہر دو مذکورہ بالا عالمان اور فریق مخالف کے نمایندہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے درمیان ہوئی تھیں۔ مباحثہ کا طریق یہ تھا۔ کہ مصدق فریق نے وفات مسیح۔ نزول مسیح اور دلائل صداقت مسیح موعودؑ اپنے ذمہ لئے تھے۔ اور فریق مخالف نے ان امور کی تکذیب اپنے ذمہ لی تھی ہر فریق ہر امر پر بیس بیس منٹ لکھتا تھا۔ اور سامعین کو سنا دیتا تھا۔ پھر ایک دوسرے کا ہر دو فریق جواب الجواب لکھتے تھے۔ مباحثہ کی ساری روئداد سننے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے ان امور کا بار بار اعادہ فرمایا۔ جو آپنے مناظرہ کیلئے صبح کی سیر میں فرمائے تھے۔ تاکہ ہماری جماعت کے احباب ہمیشہ ان پر عمل پیرا رہیں۔

بعد ازاں عشا کی نماز باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لیگئے۔

(البدر جلد یکم ع ۳)

۲ رنومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

فجر کی نماز باجماعت ادا کر لینے کے بعد

حضرت مسیح موعودؑ نے مجلس فرمائی۔ اور مباحثہ کا تذکرہ شروع ہوگیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ:۔

ہمارے مخالف جب دلائل کے رو سے ہمارے مقابل عاجز آجاتے ہیں۔ اور ہم ان سے اتمام حجت کے لئے فصیح و بلیغ عربی لکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تو وہ بجائے اپنی عربی علمیت دکھانے کے یہ کہکر اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں اغلاط موجود ہیں۔ لیکن ان کا یہ دعوے باطل تو خود تنقیح طلب ہے۔ کہ ہماری جو غلطیاں وہ بتاتے ہیں۔ آیا فی الحقیقت وہ غلطیاں بھی ہیں۔ یا کہ خود انکی اپنی ہی سمجھ کی غلطی ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے ہماری عبارت لامری پر اعتراض اٹھایا تھا۔ کہ لام صلہ نہیں بلکہ من آتا ہے۔ تو جب اسپر فصحائے عرب کے کلام سے اسکی غلطی ظاہر کی گئی۔ تو وہ شرمندہ ہوگیا۔ ہماری دعوت تو مخالفین کو مقابلہ پر فصیح و بلیغ عربی لکھنے کی ہے۔ نہ غلطیاں نکالنے کی کیونکہ اس صورت سے پتہ چل جائیگا۔ کہ آیا وہ اسبات کے اہل بھی ہیں۔ کہ کسی دوسرے کی غلطیاں نکال سکیں۔ جو شخص خود فصیح و بلیغ عربی نہیں لکھ سکتا۔ وہ دوسرے کی غلطیاں کیسے نکال سکتا۔ اور فصیح و بلیغ کلام کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے مخالف مولویوں کا دستور ہے۔ کہ چالیس پچاس جھوٹ یک دفعہ ہی بیان کر دیتے ہیں۔ اب اتنے اعتراضات کے جوابات دو تین منٹ میں کیسے دئے جا سکتے ہیں۔ یہی طرز عیسائی پادریوں کی ہے۔ کہ وہ بیکدم اسلام پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ پس ہمارے احباب کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر معترضین کا سب سے اہم اعتراض لے لیں۔ اور اس کا فیصلہ کر کے پھر آگے بڑھیں۔ اصولاً گفتگو کرنے سے پہلے کچھ ضوابط مقرر کر لئے جائیں۔ اور مخالف سے دریافت کر لیا جائے۔ کہ آیا وہ منہاج نبوت کو مانتا ہے یا نہیں مباحثہ مدھ میں فریق مخالف

نے بار بار عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ اسلئے اگر پہلے اس سے منہاج نبوت کا فیصلہ کر لیا جاتا۔ تو اسطرح کا دھوکا وہ کبھی نہ دے سکتا۔ یونس نبی کی پیشگوئی موجود تھی جسمیں عذاب کی کوئی شرط نہ تھی۔ اور در منثور میں بھی ایک حدیث ہے۔ کہ حضرت یونس نے فرمایا کہ۔ لن ارجع کذابا یعنی میں جھوٹا کہلا کر واپس نہ جاؤنگا۔ دیکھو۔ اسمیں کوئی شرط نہ تھی۔ وعیدیں اللہ تعالیٰ کو حق لازم نہیں آتا۔ کہ ضرور عذاب نازل کرے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب بلا آتی ہے۔ تو صدقہ خیرات کرنے سے ٹل جاتی ہے۔ . . . . . .

. . . . . قران شریف میں بار بار ذکر آتا ہے۔ کہ ہم نے فلاں قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا۔ مگر جب اسنے توبہ کر لی۔ تو پھر اس سے عذاب ٹل گیا۔ اسی طرح توریت میں بھی کئی جگہ آتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ کی دعا سے بنی اسرائیل پر سے . . . بار بار عذاب ٹلتا رہا۔ خوب یاد رکھو۔ کہ وعیدیں تخلف جائز ہے۔ اہل کتاب کا کوئی بھی ایسا فرقہ نہیں۔ یہانتک کہ ہندو بھی جو اسبات کو نہ مانتا ہو۔ کہ صدقہ اور توبہ سے بلا ٹل جاتی ہے پس جب بلا ٹل گئی۔ تو پیشگوئی بدل گئی۔ قران شریف میں بھی آتا ہے یصبکم بعض الذی یعدکم یعنی عذابی پیشگوئیوں کا بعض حصہ تو پورا ہوگا۔ اور بعض بوجہ توبہ۔ استغفار۔ وصدقہ وغیرہ ٹلجائیگا۔ اگر منہاج نبوت پر نظر کی جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انبیاء سے بھی اجتہادی غلطیاں ہوجایا کرتی ہیں۔ مثلاً مروجہ اناجیل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ تم ابھی نہیں مروگے کہ میں دوبارہ واپس آجاؤنگا۔ یہ آپ کا اجتہاد ہی تھا جسمیں فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہ تھی۔ کہ وہ خود آئینگے۔ بلکہ یہ کہ ان کا مثیل آئیگا۔ اسی طرح ممکن ہے۔ کہ حضرت الیاس کا بھی یہ خیال ہو۔ کہ وہ خود ہی واپس آئینگے۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم کا واقعہ صلح حدیبیہ ہے جسمیں حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو ابتلا پیش آیا۔ کیونکہ حضرت نبی کریمؐ کا ذاتی اجتہاد یہی تھا۔ کہ آپ فتح پائینگے۔ لیکن وہ خلاف واقعہ نکلا۔ پھر ہجرت کا واقعہ ہے۔ کہ آپنے ہجرت کے متعلق یہی سمجھا۔ کہ وہ یمامہ کیطرف ہوگی۔ لیکن وہ ہوئی مدینہ کیطرف

اور آپکے اجتہاد کی غلطی نکلی۔ اللہ تعالیٰ پر یہ لازم نہ تھا۔ کہ پیشگوئی کی ہر تفصیل سے آپ کو آگاہ کر دیتا۔ پس مباحثات شروع کرنے سے پہلے فریق مخالف سے منہاج نبوت کو منوا کر اس سے تحریر لے لینی چاہیئے۔

یہ لوگ بار بار آتھم والی پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ بشرطیکہ حق کیطرف رجوع نہ کرے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں لکھا کہ بشرطیکہ مسلمان نہ ہو جائے۔ اس پیشگوئی سے پہلے وہ حضرت نبی کریم کو دجال لکھ چکا تھا۔ اور یہی ساری بنیاد مباحثہ کی تھی۔ پھر جب مینے خدا کے حکم کے بموجب اسے پیشگوئی سنائی۔ تو اس نے اسی وقت اپنے کانوں پر ہاتھ دھر لئے۔ اور کہا۔ کہ توبہ توبہ وہ تو آپ کو دجال نہیں کہتا۔ ہمارے مخالف اس بات پر ذرہ غور نہیں کرتے۔ کہ کسی شخص کا عیسائی یا بت پرست ہونا۔ اسبات کا مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ کہ وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ عقائد فاسدہ پر عذاب کیلئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ دنیا میں عذاب ہمیشہ انسان کی شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے آیا کرتا ہے۔ اگر ہمارے حضرت نبی کریمؐ کے مخالف ابوجہل وغیرہ شرارتیں نہ کرتے۔ تو دنیا میں ان پر ہرگز عذاب نازل نہ ہوتا۔ نرا باطل مذہب کی پیروی پر نہ دنیا میں کوئی عذاب آتا ہے۔ نہ اسکے لئے کوئی پیشگوئی کی جاتی ہے۔ پیشگوئیاں بھی انہیں لوگوں کے لئے کی جاتی ہیں۔ جو شوخی اور شرارت سے دنیا میں بدامنی پھیلانی شروع کر دیتے ہیں۔ قرآن شریف نے یہودیوں کو مغضوب علیہم اسی لئے فرمایا۔ کہ انہوں نے دنیا میں شوخی اور شرارت کی جسکی وجہ سے ان پر غضب نازل ہوا۔ ضالین کو کہیں مغضوب نہیں فرمایا۔ حالانکہ قیامت میں یہود کو بھی عذاب ہوگا۔ اور نصاریٰ کو بھی۔ لیکن چونکہ موخر الذکر نے دنیا میں شوخی نہ کی تھی اسلئے دنیا میں ان پر غضب نازل نہیں ہوا۔ انسان خواہ کیسا ہی بت پرست اور انسان پرست کیوں نہ ہو۔ جبتک وہ شرارتوں پر کمر نہ باندھے تبتک اللہ تعالیٰ کے دنیاوی عذاب سے بچا رہتا ہے۔ اگر اختلاف عقائد پر بھی اسی دنیا میں عذاب آنا شروع ہو جائے تو پھر قیامت کا ہونا بے فائدہ ہے۔ یہود قوم پر دنیا میں اسلئے عذاب نازل

ہوئے۔ کہ انہوں نے انبیاء کو سخت دکھ دئے ان کے قتل کے منصوبے کئے اور ان سے گستاخی سے پیش آئے۔ ورنہ محض کفر پر سزا قیامت کے دن ہی ہوگی۔ دنیا میں عذاب کا آنا شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

عوام الناس کے ساتھ ہمیشہ موٹی موٹی باتیں کرنی چاہئیں۔ چونکہ وہ معرفت کے دقیق نقاط سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے سمجھانے کیلئے معجزات کا سلسلہ رکھا ہے۔ جو نبوت کی جزو ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ سے وہ لوگ حق کو پاسکیں اور انبیاء کی شناخت کر سکیں۔ ورنہ خواص لوگ تو حقائق اور معارف دیکھکر ہی مان لیا کرتے ہیں۔

(اسکے بعد آپ اندر تشریف لے گئے۔)

ظہر کی اذان کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔ چونکہ امام نماز مولوی عبدالکریم صاحب ذرا دیر سے تشریف لائے اسلئے حضرت مسیح موعود ؑ مختصر امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ اور بعد ادائگی نماز اندر تشریف لے گئے۔

عصر کی نماز باجماعت ادا کر چکنے کے بعد آپنے الحکم اور البدر کے اڈیٹروں کو بلا کر تاکید فرمائی۔ کہ وہ آپ کی تقاریر اور مضامین کے قلم بند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی بات غلط پیرایہ میں شائع ہو جائے۔ یا کوئی الہام ہی غلط چھپ جائے جس پر معترضین کو گرفت کا موقعہ ملجائے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ لوگ ایسے مضامین اخبارات میں چھاپنے سے پہلے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دکھا لیا کریں۔ اسمیں آپ کا بھی فائدہ ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی غلطیوں سے بچے رہینگے۔

بعد نماز مغرب مباحثہ ردھ کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کے حضور گفتگو چل پڑی تو آپنے فرمایا۔ کہ ہمارے مخالف مولوی عام لوگوں کو بھڑکانے کے لئے عجیب عجیب حیلے تراشتے رہتے ہیں۔ اور حق سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اسپر مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب نے اپنے مباحثات کے تجربات بیان کئے۔ کہ کس طرح مولوی لوگ بے تعلق باتوں کو بیچ میں لاکر لوگوں کو بھڑکا دیا کرتے ہیں۔ اسلئے ہمارے احباب کیلئے

لازم ہے۔ کہ مباحثات میں ہمیشہ لوگوں کی فہم کے مطابق باتیں کیا کریں جو لوگ باریک بین اور نکتہ رس نہیں ہوا کرتے۔ ان کے روبرو باریک در باریک حقائق اور معارف بیان کرنے دیدہ و دانستہ مخالف کو ڈگری دیدینا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ولد الزنا میں حیا کا مادہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نکاح کی بہت تاکید کی ہے۔

بعد ادائگی نماز عشا باجماعت آپ اندر تشریف لیگئے۔ (البدر جلد ۱ عـ۳)

۳ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

نماز فجر باجماعت ادا کر لینے کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے۔ اور پھر حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ راستہ میں آپ نے فرمایا کہ:۔

مباحثات میں ہمیشہ یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ فریق مخالف اپنی روباہ بازی سے سامعین کو دھوکا نہ دے جائے۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ سامعین کے باطل عقائد کے موافق یہ لوگ ہماری طرف سے ایسی باتیں انہیں سناتے ہیں۔ کہ جن سے ان کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔ اور وہ برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں خواہ ان کے سامنے کیسی ہی مدلل بات پیش کی جائے وہ ایک نہیں سنتے۔ جیسا کہ مولوی نورالدین صاحب نے اپنا ذاتی واقعہ کل سنایا تھا۔ بلاغت کا کمال یہ بھی ہے۔ کہ ایک بات دوسرے کے دل تک پہنچائی جائے۔ ورنہ خواہ کوئی کلام اس قابل بھی ہو۔ کہ اسے آب زر سے لکھا جائے۔ لیکن متکلم اسے سمجھ نہیں سکتا۔ تو پھر وہ فصیح و بلیغ نہ کہی جائیگی اسلئے ضروری ہے۔ کہ کلام کرنے والا تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھے۔

پھر فرمایا کہ:۔ کافروں اور منکروں کے لئے درمیانی خوشی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انجام کی خوشی ہمیشہ متقیوں کے لئے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ایک دم میں حق و باطل کا خاتمہ کر دے۔ لیکن وہ چاہتا ہے۔ کہ باطل کو بھی مہلت دی جائے۔ اور وہ بھی اپنا زور لگالے جبتک حق کے مکذب دنیا میں نہ ہوں۔

مصدق کی قدر کیسے ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ مکذبوں کی وجہ سے ہی کلام الٰہی کے معارف اور حقائق دنیا میں کھلتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اور محبت کا پتہ لگتا رہتا ہے۔ کسی شخص کی اپنی والدہ سے محبت کا دوسرے کو علم نہیں ہوتا۔ اس کا ثبوت اس وقت ملتا ہے۔ کہ جب کوئی مخالف اسے والدہ کی گالی دے۔ تو جھٹ اسے غصہ آجائے۔

پھر عربی کا مقابلہ کرنے کے بارے میں فرمایا کہ:۔

ہمارے مخالفین کو ہماری عربی کی غلطیاں نکالدینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ جبتک وہ پہلے اپنی عربی دانی کا ثبوت بہم نہ پہنچائیں۔ معترض کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے اسبات کا ثبود دے۔ کہ جس زبان پر وہ اعتراضات پیش کرنا چاہتا ہے۔ اسپر خود اسے بھی احاطہ ہے۔ یا نہیں۔ اگر ہمارے مخالف عربی دانی کے مدعی ہیں۔ تو ہم جو گذشتہ دس سال سے عربی رسائل لکھ لکھ کر انہیں مقابلہ پر بلا رہے ہیں۔ انہوں نے کیوں آجتک دس سطریں بھی عربی کی لکھکر ہمارے مقابل پیش نہیں کیں۔ جہالت سے تکذیب کرتے رہنا نادانی ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔ کہ یہ لوگ ہمارے مقابل کچھ نہیں لکھ سکتے ورنہ املا کرنا کیا مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقابلہ میں ان کی زبانیں بند کر رکھی ہیں۔

پھر فرمایا کہ:۔ کسی کے دل میں بات بٹھا دینے کے لئے بھی ایک ڈھب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ تلوار کی لڑائی کا نہیں بلکہ زبان کے دلائل کا ہے۔ اس لئے زبان کی تلوار جب مخالف کو مارے اوچھی نہ مارے۔ بلکہ ایسی مارے۔ کہ دو ٹکڑے کر دے۔ میں نے بارہا اپنے مخالفین کو کہا ہے۔ کہ میرے ناولیسا بیٹھکر عربی لکھیں۔ لیکن میرا دل فتوے دیتا ہے۔ کہ یہ لوگ کبھی اسطرف نہ آئینگے۔ کیونکہ انکے دلوں پر حق کا رعب چھایا ہوا ہے۔ اب جبکہ شکار ہمارے نزدیک نہیں آتا تو ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم دور سے اسکا بذریعہ بندوق نشانہ بنائیں۔

اتنے میں مکان قریب آگیا اور آپ السلام علیکم کہکر اندر تشریف لیگئے۔

ظہر کے وقت آپ تشریف لائے۔ تو مباحثہ موضع مدھ کا ذکر ہوتا رہا۔

آپنے فرمایا۔ کہ درحقیقت تو ہم نے فتح پائی ہے۔ کیونکہ ہمارے دلائل زبردست اور علمی تھے۔ لیکن چونکہ سامعین دیہاتی لوگ تھے۔ اسلئے وہ ایسی باریک علمی بحث سمجھ نہیں سکے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے نہایت مفید نکلینگے۔ دسمبر کے آخر تک جو نشانات ظاہر ہونے والے ہیں۔ شاید یہ بھی انمیں سے ایک نشان ہو جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ سنت اللہ اسی طرح پر ہے۔ کہ صادقوں کو بعض وقت بظاہر مکروہات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن بحکم والعاقبۃ للمتقین انجام فتح صادقوں اور متقیوں کی ہی ہوتی ہے۔ آنحضرت کو بھی ۱۳ سال تک مختلف قسم کے مکروہات کا مقابلہ کرنا پڑا۔

بعد اسکے ظہر کی نماز باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔

عصر کی نماز کے وقت آپ تشریف لائے۔ تو بدھ کے مباحثہ کی مختلف پہلوؤں پر گفت گو ہوتی رہی پھر نماز باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لیگئے۔

مغرب کی نماز باجماعت ادا کر چکنے کے بعد میر ناصر نواب صاحب نے عبدالصمد صاحب سکنہ کشمیر کو بلا کر آپ کے نزدیک بٹھا دیا۔ اور عرض کی کہ اس شخص کو یہاں کچھ تکلیف ہے۔ اور وہ یہ کہ اسے چاول کھانے کی عادت ہے۔ لیکن یہاں دونوں وقت اسے روٹی کھانے کو ملتی ہے۔ اسپر حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما انا من المتکلفین۔ ہمارے مہمانوں میں سے بھی جو کوئی تکلف کرتا ہے۔ اسے تکالیف ہوتی ہیں۔ اسلئے جس دوست کو کسی چیز کی ضرورت ہو اسے چاہیئے۔ کہ بلا تکلف ہمیں کہدیا کرے۔ پھر آپ نے اس دوست کے لئے چاول پکوا کر دینے کا حکم دیدیا۔

مولوی غلام نبی صاحب احمدی کا خط مصر سے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے نام آیا تھا۔ کہ وہاں حضرت صاحب کی کتابوں کی خوب اشاعت کر رہے ہیں۔ اسکے بعد مباحثہ بدھ کا ذکر ہوتا رہا۔ اسپر آپنے فرمایا۔ کہ ہم نے اس دن مناسب نہ سمجھا تھا۔ کہ اس مباحثہ کی کارروائی الحکم وغیرہ اخبارات میں شائع نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ایسا منظور نہ تھا۔ اسلئے وہ چھپ گئی۔ اسکے بعد ذکر چل پڑا۔ کہ سرسید احمد صاحب کا میلان یورپ کی تہذیب اور تمدن کیطرف

بہت ہے۔ اسپر آپنے فرمایا۔ کہ انسان جس شے کیطرف پوری پوری رغبت کرتا ہے۔ تو اسی کیطرف اُس کا طبعی میلان ہوجاتا ہے۔ یہانتک کہ پھر وہ مجبور ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد مفتی محمد صادق صاحب ڈوئی مدعی سکنہ امریکہ کا اخبار سناتے رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ یہ ہم اس لئے سنتے ہیں کہ بعض وقت غیرت آجاتی ہے۔ اور کچھ لکھنے کی تحریک ہوجاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ وہ مخالفین سے مقابلہ کی تحریروں میں ہمیشہ ہماری مدد کرتا رہا ہے۔ اکثر دفعہ ہم سخت بیمار ہوگئے۔ اور میعاد مقابلہ قریب آگئی۔ تو اللہ تعالیٰ اس بیماری کی حالت میں بھی خاص فضل کرتا رہا۔ ورنہ ہم تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتے۔ اگر اسی کی عطا کی ہوئی طاقت نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے۔ کہ خدا کی روح کام کر رہی ہوتی ہے۔ ہاتھ لکھتے لکھتے ... تھک جاتا ہے۔ لیکن اندرونی جوش نہیں تھمتا۔ اور عجیب وغریب معارف کا دریا بہتا معلوم دیتا ہے۔ ڈوئی کے وجود سے شیطان کا وجود ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکی طرح سے انسان کو اپنا گرویدہ کرلیا کرتا ہے۔

اسکے بعد عشا کی نماز باجماعت کر کے آپ اندر تشریف لیگئے۔ (البدر جلد ۱ نمبر ۳۱)

۴ نومبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ

بروز سہ شنبہ۔ فجر نماز باجماعت ادا فرمائی اور بعد ازاں باہر سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ چونکہ ضلع جہلم سے دو ضعیف العمر شخص آپکی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور وہ چل نہ سکتے تھے۔ اس لئے آپ ان کی خاطر ٹہر گئے۔ اور ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ بعد ازاں گاؤں سے مشرق کیطرف سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں مولوی سرور شاہ صاحب نے آپ سے عرض کی۔ کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قیامت کے دن ہر ایک رسول اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کریگا۔ جیسا کہ فرمایا یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ تو پھر اگر اس آیت کے مفہوم کے مطابق حضرت مسیحؑ بھی اپنی امت کے حالات سے

لاعلمی ظاہر کریں اگرچہ وہ آخر زمانہ میں دوبارہ آکر چالیس برس ان لوگوں میں بسر بھی کرجائیں۔ تو آیت فلما توفیتنی کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کاذب کیسے ٹھہر سکتے ہیں۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یہ لاعلمی انبیاء کی ان کی اس امت کے بارہ میں ہوتی ہے۔ جو ان کی وفات کے بعد ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کا قول بھی قرآن میں یہ ہے۔ کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم۔ تو پھر اگر انہیں علم نہیں۔ تو وہ شہید کس طرح ہوئے۔ اور کس بات کے شہید ہوئے۔ اسی طرح رسول اللہؐ ہمارے حالات سے تو لاعلمی ظاہر کرسکتے ہیں۔ لیکن صحابہؓ کے حالات سے لاعلمی کا اظہار نہیں کرسکتے۔ کیونکہ آپؐ کو ان کے حالات معلوم تھے۔ اور آپؐ انمیں رہتے تھے اس قسم کی لاعلمی سے وہی لاعلمی مراد ہے۔ جو نبی کی وفات کے بعد آنیوالی امت کے بارہ میں ہو۔ کہ جنھیں نبی کی صحبت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

اسکے بعد ایک دوست نے آپ کے روبرو اپنا ایک خواب سنایا۔ کہ اسنے رات کو خواب میں ہاتھی دیکھا تھا۔ اور یہ کہ حضرت صاحب اسکے سر پر تیل لگا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی تعبیر فرمائی۔ کہ رات کیوقت خواب میں ہاتھی دیکھنا عمدہ ہوتا ہے۔ اور تیل لگانا چونکہ زینت کا کام ہے۔ اس لئے یہ بھی اچھا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے حکم کیمطابق مولوی عبداللہ صاحب نے کشتی نوح کے چند اوراق کا عربی ترجمہ کیا تھا۔ جو آپ کے سامنے سناتے رہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ اگر یہ مشق کرلیں۔ کہ اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ کرلیا کریں تو ہم یہاں سے ایک عربی پرچہ جاری کردیں۔

ذکر چل پڑا۔ کہ بعض لوگ علم رکھنے کے باوجود شرم سے اظہار نہیں کرتے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ ایک شرم انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ اور ایک شرم اسے بہشت عطا کرتی ہے۔ جو شخص شرم کی وجہ سے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اسکے لئے شرم دوزخ ہے۔

پھر آجکل کے معترض مولویوں کا ذکر شروع ہونے پر آپنے فرمایا کہ:۔

ان لوگوں نے بالکل پادریوں کا سا ڈھنگ اختیار کر رکھا ہے۔ جیسا ان کا وطیرہ ہے۔ کہ جب کبھی ملاقات ہو۔ تو ہمارے نبی کریمؐ پر بہتان بازی شروع کر دیتے ہیں۔ یہی حال ہمارے مخالفین کا ہے۔ کہ وہ ہمارے معاملہ میں سب وشتم کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جس طرح اسنے حضرت نبی کریمؐ کے مخالفین کو مہلت دے رکھی تھی۔ کہ وہ ہر قسم کی شوخیاں کرتے تھے۔ اگر خدا چاہتا تو یکدم ان سب کو تباہ و برباد کر دیتا۔ لیکن اسنے ایسا نہ کیا۔ بلکہ ایک وقت مقرر تک انہیں ڈھیل دی۔

اسکے بعد مولوی سرور شاہ صاحب کے سفر امرتسر کے متعلق آپ اُن سے گفتگو کرتے رہے۔ اور اسی کے دوران میں فرمایا کہ:۔ ہم نے مالی انعامات کے اشتہار دے کر اپنے مخالفین کو مقابلہ پر بلایا۔ لیکن وہ لوگ سامنے نہ آئے لیکن ہم اس سے تھک نہیں گئے۔ بلکہ آئندہ بھی انعامی اشتہار دیتے رہینگے۔ اگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ تو اپنے ہاتھوں سے ہماری پیشگوئی پوری کرنے والے بنینگے۔ جو احادیث میں ہے۔ کہ مسیح مال دیگا۔ لیکن لوگ نہ لینگے۔ اسلئے ہمارے انعامی اشتہارات کے مقابلہ سے گریز کرنا یہی معنے رکھتا ہے۔ کہ انہیں یاد دلایا جاتا ہے۔ لیکن وہ قبول نہیں کرتے۔ گویا اپنے ہاتھ سے حدیث کی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔ امرتسر میں گفتگو ایسے مقامات پر ہونی چاہیئے۔ جہاں رؤسا بھی جلسہ میں موجود ہوں۔ اور تہذیب اور نرم زبانی سے ہر ایک بات کریں۔ ہمارے مخالفین کا قاعدہ ہے۔ کہ جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں۔ تو گالی اور درشت زبانی کر کے اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شرفاء کی موجودگی میں انہیں ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ ہمیشہ گفتگو طلب حق کی خاطر نہایت نرم زبانی سے کرنی چاہیئے۔ خدا کے فضل سے ہمارے دلائل کے مقابل ان کی کچھ پیش نہ جائیگی۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ لاغلبنّ انا ورسلی۔ اگر ہم حق پر نہ ہوں۔ تو کبھی غالب نہیں ہو سکتے۔ عربی کتب کے مقابلہ کے لئے ہم نے کئی بار انہیں دعوت دی ہے کہ ہمارے خلاف سب متفرق ہو کر بھی کوشش کر لیں۔ لیکن باوجود یکہ

انمیں کئی لوگ ایسے ایسے عربی دان ہیں کہ عربی اشعار بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمارے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ ان کی زبان بند کر دیتا ہے۔ اور بجز خاموشی وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

اسپر مکان قریب آگیا۔ اور آپ السلام علیکم کہکر اندر تشریف لیگئے۔

ظہر کی نماز بھی آپنے باجماعت ادا فرمائی اور صبح کی سیر والے بعض امور کا ذکر ہوتا رہا۔ پھر آپنے فرمایا۔ کہ خدا کے فضل کی ضرورت ہے۔ سر میں درد ہے۔ اور ریزش بھی ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ زیادہ ہوجائے۔

عصر کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ جس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے آپ کو ایک انگریزی مضمون سنایا۔ بعد ازاں آپ اندر تشریف لے گئے۔

مغرب کی نماز باجماعت ادا کر لینے کے بعد سید عبداللہ صاحب عرب اپنا رسالہ سبیل الرشاد عربی حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں سناتے رہے۔ جو انہوں نے علی حائری صاحب شیعہ کے ایک رسالہ کے رد میں لکھا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی سناتے جائیں۔ تاکہ آپ کو اردو بولنے کی مشق ہوجائے۔ لیکن عرب صاحب کو مجلس میں اردو ترجمہ سنانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ کیونکہ انہیں اتنی مہارت نہ تھی۔ رسالہ سننے کے دوران میں ایک جگہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مجھے اس جگہ ان کے الفاظ سے یہ تحریک ہوئی ہے۔ کہ یہود لوگ حضرت مسیحؑ کو دو وجہ سے ملعون ٹھہراتے تھے۔ ایک انہیں ولد الزنا ٹھہرا کر دوم مصلوب کرنے کی وجہ سے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ولد الزنا ہونے کا قرآن شریف میں ذب کیا ہے تو چاہئے تھا کہ ان کے مصلوب ہونے کا بھی ذب کرتا۔ جسم کے ساتھ آسمان پر جانا تو ایک الگ تھلگ امر ہے۔ ملعون کہلائے جانے کی پہلی وجہ کا ذب کرنا دلالت کرتا ہے۔ کہ ملعونیت کی دوسری وجہ کا بھی ذب ہو۔

پھر اس امر پر گفتگو شروع ہوگئی۔ کہ بقول اہل شیعہ ولد الزنا کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ امام حسینؓ اور بارہ اماموں کی محبت کا بھی دم بھرتا ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

توریت میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ حضرت مسیحؑ کو

ملعون کہتے تھے۔ اسبات کی اصل قرآن شریف میں بھی ہے۔ کہ خدا نے اس میں تخصیص کی ہے۔ ایک اولاد الرحمن ایک اولاد الشیطان۔ کیونکہ جب شیطان نطفہ میں شریک ہوگیا۔ تو پھر اسکے قوٰے میں یہ بات بطور جزو کے آگئی۔ پھر قرآن کریم میں ایک مقام پر ہے۔ بعد ذٰلک زنیم۔ یعنی یہ ولدالزنا ہے۔ اور تجربہ بتلاتا ہے۔ کہ ولدالزنا شرارت سے باز نہیں آیا کرتا۔

پھر رسالہ سننے کے دوران میں وما قتلوہ پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

وما قتلوہ پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہود کیوں حضرت مسیحؑ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اور اس سے انکی کیا غرض تھی۔ جسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل رفعہ اللہ الیہ یعنی قتلنا سے انکی مراد لعنا تھی۔

اہل عرب میں چونکہ ایک ہزار سے آگے شمار نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسپر فرمایا کہ:۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا میلان دنیا کی طرف نہ تھا۔ ورنہ دوسری دنیادار قوموں کیطرح وہ بھی لاکھوں کروروں تک گنتی رکھتے۔

سارا رسالہ سنکر آپنے فرمایا کہ:۔ عمدہ لکھا ہے۔ اور معقول جواب دئے ہیں۔

بعد ادائگی نماز عشاء باجماعت آپ اندر تشریف لے گئے۔ (البدر جلد ۱ ع ۳)

۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہارشنبہ

صبح کی نماز حضرت اقدسؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ بعد ازاں اندرون خانہ جاکر باہر سیر کیلئے تشریف لائے۔ قاضی میر حسین صاحب مدرس عربی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے والد ماجد غلام شاہ صاحب تاجر اسپان نے ملاقات کی اور آپکے دست مبارک کو بوسہ دیکر نذر گذرانی۔ آپ ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ معلوم ہوا۔ کہ اسّی سال سے زائد انکی عمر تھی۔ انہوں نے اپنے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

بس یہی بڑی بات ہے۔ کہ انسان کا خاتمہ بالخیر ہو۔ کسی شخص نے حضرت نوحؑ سے دریافت کیا تھا۔ کہ آپ تو دنیا میں ایک ہزار سال رہ کر آئے ہیں۔ فرمائیے کیا کچھ دیکھا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ کہ ایسا معلوم ہوا۔ جیسا

ایک دروازہ سے داخل ہوئے اور دوسرے دروازے سے نکل کر چلے گئے اس لئے عمر کی کیا بات ہے۔ لمبی ہوئی تو کیا۔ اور چھوٹی ہوئی تو کیا۔ خاتمہ بالخیر چاہیئے۔

پھر ایک بڑ کے درخت کیطرف اشارہ کر کے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ہم سے تو یہ درخت ہی اچھا ہے۔ جب ہم بچے تھے۔ تو اسکے نیچے کھیلا کرتے تھے۔ یہ اسی طرح ہے۔ اور ہم بڈھے ہو گئے ہیں۔ پھر یہ سال بہ سال پھل بھی دیتا رہتا ہے۔ پھر عام گفتگو کے دوران میں فرمایا کہ:۔

پرسوں ہم نے انشاء اللہ تعالیٰ بٹالہ جانا ہے۔ اسمیں بھی کوئی حکمت الٰہی ہو گی۔ اس وجہ سے کل کی سیر ملتوی رہیگی۔ تاکہ مہندی وغیرہ لگالوں۔ اس سفر کی وجہ سے فرض منصبی میں التوا پڑ گیا ہے لیکن اسمیں بھی خدا کی حکمت ہی ہو گی وہ ہمارے کام میں ہرج نہ ڈالیگا۔ مولوی محمد علی صاحب کو اپنے ہمراہ لے جاؤنگا۔

بعد ازاں میاں محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان سکنہ مدھ نے بیان کیا۔ کہ مباحثہ میں مجھ پر ایک یہ بھی اعتراض کیا گیا تھا۔ کہ مرزا صاحب تمہاری آنکھ کیوں اچھی نہیں کر دیتے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

آپکو جواب دینا چاہیئے تھا۔ کہ آنحضرتؐ کے پاس بھی ایک اندھا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝ اسکی آنکھیں کیوں نہ درست ہوئیں۔ حالانکہ آپ تو افضل الرسل تھے۔ اسکے علاوہ صحابہ میں اور بھی اندھے تھے ایک دفعہ سب نے حضرت نبی کریم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یا حضرت ہمیں نماز جماعت میں شامل ہونے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جہانتک اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ وہاں تک کے لوگوں کو ضرور آنا چاہیئے۔

پھر اسی مباحثہ کے ذکر پر فرمایا کہ:۔

شریر آدمیوں کا کام ہوتا ہے۔ کہ کلام کا کان ناک ٹانگ وغیرہ کاٹ کر اسے ایک مسخ شدہ صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ مباحثہ ہماری لئے فتح حدیبیہ کی صلح کی طرح کسی آئندہ فتح کی بنیاد نظر آتا ہے۔" پھر فرمایا کہ:۔

ہماری جماعت جان و مال سے خدمت اسلام کے لئے قربان ہے۔ اگر ہمیں خدمت اسلام کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی ضرورت ہو۔ تو وہ فوراً مہیا کر سکتی ہے۔

پھر فرمایا کہ:۔ پہلی بار عوام الناس نے علمی باتوں کو نہ سمجھا۔ اسلئے اب اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نشانات کے ذریعہ سے سمجھانا چاہتا ہے۔

اسکے بعد شیعہ صاحبان کا مجلس میں ذکر ہوتا رہا۔ کہ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ خدا کی شکل حضرت علیؓ کی شکل جیسی ہے۔ اور معراج میں بھی حضرت نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ کی شکل پر نظر آیا۔ پھر موجودہ زمانہ کے مولویوں کا ذکر شروع ہوا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ایسے مولویوں کی موجودگی میں دین کے استیصال کیلئے پادریوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مخالفین کے اعتراضات کے بارہ میں فرمایا کہ:۔

کیا وجہ ہے کہ یہ مولوی لوگ ہم پر وٹکس لگاتے ہیں۔ جو انبیائے سابقین کو معاف کرتے ہیں۔ کیونکہ ان سے بھی اجتہادی غلطیاں ہوتی رہیں۔ ہاں وحی الٰہی میں غلطی کبھی نہیں ہوتی۔ اگر اجتہاد کو بھی غلطی سے مبرا خیال کرتے ہیں۔ تو اس کا نام اجتہاد پھر کیوں رکھتے ہیں۔ آنحضرت نے ایک دفعہ صحابہؓ کو کھجوروں کے درختوں کے متعلق کچھ ہدایات دی تھیں۔ لیکن جب ان کا نتیجہ خلاف توقع نکلا۔ تو آپ نے انہیں فرمایا۔ کہ انتم اعلم بامور دنیکم۔ تو کیا اس سے معاذ اللہ آپؐ کی نبوت میں فرق آگیا ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ ہمارے مخالفین خود بتائیں۔ کہ وہ کہاں تک اجتہاد میں معصومیت روا رکھتے ہیں۔

نماز ظہر سے پہلے مجلس مسیح موعودؑ میں عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت پر ذکر ہوتا رہا۔ کہ عربی زبان کا کسی غیر زبان میں ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے بعض دفعہ ایک لفظ کے معنے ایک سطر میں جا کر پورے ہوتے ہیں۔ پھر صحیح ترجمہ کرنا بھی معجزہ کا کام رکھتا ہے۔ بعد ازاں نماز ظہر باجماعت ادا فرما کر آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

نماز عصر کے وقت حضرت مسیح موعودؑ نے تشریف لاکر خبر سنائی۔ کہ گوجرانوالہ سے ایک کارڈ آیا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے ٹیکہ طاعون کا عمل بند کر دیا ہے۔ اس خبر کی تصدیق یہاں سے بھی ہوگئی ہے۔ لالہ شرمپت میرے پاس آیا تھا۔ اسنے کہا۔ کہ گورداسپور میں بھی ٹیکہ طاعون کے جلسے بند ہوگئے ہیں۔ اور دوائی

ٹیکہ سب کی سب واپس منگوالی گئی ہے۔ بعد نماز عصر آپ اندر تشریف لے گئے۔
نماز مغرب کے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کے سامنے اپنی پنجابی نظم سنائی جسمیں انہوں نے الفاظ و شرائط بیعت کو منظوم کیا ہوا تھا۔ سُن چکنے کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔
اگر ان تمام نظموں کا ایک مجموعہ چھاپ دیا جائے۔ اور دیہات کے لوگوں میں سنانے رہیں۔ تو بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوں۔
بعد اسکے ٹیکہ طاعون کے متعلق اس امر کی جستجو کی گئی۔ کہ آیا فی الحقیقت اسکی ممانعت ہوگئی ہے۔ یا نہیں۔ اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور کے مطالعہ سے معلوم ہوا۔ کہ بعض خاص اضلاع میں چونکہ ٹیکہ طاعون کی بہت ضرورت ہے۔ جہاں ٹیکہ کا مصالحہ ختم ہوچکا ہے۔ اسلئے جن اضلاع میں اسکی کم ضرورت ہے۔ وہاں ٹیکہ بند کرکے دوائی دوسری جگہوں پر بھیجدی گئی ہے۔ آپ کی کتاب کشتی نوح پر مختلف اخبارات نے تقریظات لکھی تھیں۔ انکے بارے میں فرمایا کہ:۔ بعض اخبارات نے اسکی کیسی سخت مخالفت کی ہے۔ گویا کہ ہم نے گورنمنٹ کی راہ میں پتھر ڈالدیئے ہیں۔ لیکن اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور نے چونکہ ہماری اسبارہ میں چنداں مخالفت نہیں کی۔ اور نہ بے ادبی کی راہ اختیار کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریز اخبار نویس گورنمنٹ کے مزاجدان ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کے لئے رعایا مثل بچوں کے ہوتی ہے۔ جنکی خبرگیری والدہ کیصرح ایک حد تک ضروری ہوتی ہے۔ اگر اسپر یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ ٹیکہ سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکا اور طاعون کا کوئی زمینی علاج نہیں تو آخر نظر آسمان کیطرف جائیگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوموں کو سزا دینے کے لئے طاعون کو رکھا ہے۔ تورات میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ اور قرآن میں بھی ہے۔ بلکہ قرآن شریف نے تو چوہوں کا بھی ذکر کردیا ہے۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کے دن ہیں جو لوگ خوش قسمت ہونگے۔ وہ ان سے سبق حاصل کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آینگے۔"
اسکے بعد عبداللہ عرب صاحب اپنا عربی رسالہ سبیل الرشاد سناتے رہے۔

جسکے ایک مقام پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
صحابہ کرام کو جو کے برابر بھی دنیا کی خواہش نہ تھی۔ بلکہ ان کا رواں رواں محبت الٰہی میں فنا ہو چکا تھا۔ اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے حضرت نبی کریم کے حکم کے ماتحت اپنے خون بھی بہاویں"۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ:
سر الشہادتین نام کتاب میں میں نے ایک دفعہ یہ لکھا ہوا پڑھا تھا۔ کہ جب مسلم حضرت امام حسینؓ کے دروازہ کے اندر داخل ہوئے۔ تو انہوں نے یہ آیت پڑھی ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ٥ اور اسی وقت ان کا سر کاٹا گیا۔ یہ بات مجھے بڑی بے محل معلوم ہوئی۔
اسکے بعد عبداللہ عرب صاحب جو پہلے شیعہ تھے۔ اپنے تقیہ کے حالات سناتے رہے۔ جو وہ پہلے پہل قادیان میں آکر کرتے رہے۔ اور شکر کیا۔ کہ خدا نے انہیں اس گند سے نکالدیا۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
خدا کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ بعد ادائیگی نماز عشاء باجماعت آپ اندر تشریف لیگئے۔ البدر جلد ۱ ۳

۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ۔ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور حسب الارشاد دیوم گذشتہ سیر کے لئے تشریف نہ لے گئے۔

ظہر کی نماز کے وقت تشریف لاکر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
چونکہ کام کی کثرت ہے۔ اور وقت کی تنگی ہے۔ کل انشاء اللہ بٹالہ بھی جانا ہے۔ اسلئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر لی جائیں۔ چنانچہ ہر دو نمازیں جمع کر کے ادا کی گئیں۔ جسکے بعد آپ اندر تشریف لے گئے۔
مغرب کی نماز باجماعت ادا کر چکنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
آج مجھے کام میں بہت توجہ اور محنت کرنی پڑی۔ سر میں درد تھا۔ رنیش بھی تھی۔ جسکے باعث گلہ سخت پکا ہوا تھا۔ جس طرح کسی نے چیرا دیا ہوتا ہے۔ پھر بہت سے مریض بھی علاج کے لئے آتے رہے۔ باوجودیکہ ہم نے حکیم مولوی نور الدین صاحب کو لوگوں کے علاج کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ تاہم بعض لوگ اپنے اعتقاد کے خیال سے مجھ سے ہی علاج کراتے ہیں"۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے بیان کیا۔ کہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب نے افریقہ سے اخبار ڈیلی نیوز لنڈن مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۰۲ء کا ایک ٹکڑا بھیجا ہے جسمیں آئندہ زمانہ کے واقعات درج کئے ہوئے ہیں۔ حضرت اقدسؑ کے حکم کے مطابق مولوی صاحب نے وہ پڑھکر سنایا۔ لیکن اسمیں دانیال نبی کی پیشگوئیوں کو موجودہ زمانہ کے پادری نالائق لوگوں نے اپنے مذاق کے مطابق حضرت مسیح ناصری کے نزول من السماء پر چسپان کیا تھا۔ جنمیں لکھا تھا۔ کہ مسیح کے نزول کے وقت کچھ پادری دوڑکر ایمان کی طرف جائینگے۔ اور کچھ مُردے بھی زندہ ہوکر آسمان پر چلے جائینگے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سنکر حضرت مسیح موعودؑ نے حافظ شیرازیؒ کا مصرعہ پڑھا ع چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ اور فرمایا کہ:۔

اس دنیا کی زندگی چندروزہ ہے۔ اور اسکی بے ثباتی کا نظارہ ہر وقت انسان کو نظر آتا رہتا ہے۔ کون شخص ہے۔ جو اپنے خویش واقارب میں سے کسی نہ کسی کی موت کا نظارہ نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بے ثبات کر رکھا ہے۔ جو شخص اس میں آتا ہے اسکے لئے جانا ضروری ہے۔ اگر انسان کی عمر ہزار دو ہزار برس کی بھی ہوتی تب بھی کیا ہونا۔ آخر اسکے لئے مرنا ضروری ہوتا۔ آجکل تو انسان کی عمریں چیل اور گِدھ کی عمروں کے برابر بھی نہیں ہوتیں۔ اگر ان عبرت ناک نظاروں کا اثر انسان کے دل پر ہوجائے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو۔ کہ وہ ابراہیم ادھم اور شاہ شجاع کی مانند دنیا سے الگ ہوجائے اور انکی طرح اپنی دنیاوی شان وشوکت پر لات مار دے"۔

بعد ادائیگی نماز عشا باجماعت آپ اندر تشریف لے گئے۔

۷ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ پھر اندر تشریف لیجاکر سفر بٹالہ کے لئے تیار ہوکر سات بجے کے قریب باہر تشریف لے آئے۔ نواب محمد علی خاں صاحب کی رتھ تیار تھی۔ جملہ احباب قادیان اور طلبائے مدرسہ رتھ کے گرد جمع تھے۔ آپ سے عرض کی گئی۔ کہ آپ رتھ پر سوار ہوجائیں۔ لیکن آپنے فرمایا کہ:۔ تھوڑی دور تک پیدل چلتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب دوست بھی ساتھ ہیں۔ ذرا

آگے چل کر سوار ہونگے"۔ آپ کے ہر چہار صاحبزادگان جو حضرت اقدس کے ہمراہ جانے کے بہت مشتاق تھے۔ رتھ میں سوار ہو گئے۔ قصبہ کے باہر تک حضرت مسیح موعودؑ جملہ احباب کے ساتھ پیدل تشریف لے گئے جسکے بعد عرض کی گئی۔ کہ آپ سوار ہو جائیں کیونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اسکے بعد آپنے ہر ایک دوست اور طالب علم سے فرداً فرداً مصافحہ فرمایا۔ اور رتھ میں سوار ہو گئے۔ چونکہ شام کے وقت آپکا ارادہ واپس قادیان آجانے کا تھا۔ اسلئے صرف احباب ذیل کو ہمراہ جانے کا ارشاد فرمایا۔ (۱) مولوی محمد علی صاحب ایم اے (۲) میر ناصر نواب صاحب (۳) مولوی شیر علی صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر مدرسہ (۴) مفتی محمد صادق صاحب (۵) شیخ یعقوب علی صاحب (۶) حکیم فضل الدین بھیروی (۷) شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی (۸) ماسٹر فقیر اللہ صاحب (۹) شیخ محمد نصیب صاحب اور چند طلبائے مدرسہ۔ یہ احباب تین یکوں میں سوار ہو گئے۔ اور شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی مو طلباء پا پیادہ حضرت صاحب کے ہمرکاب ہو گئے۔ راستہ میں حضرت صاحب نے ایک طالب علم سے جو پا پیادہ چل رہا تھا فرمایا۔ کہ تمہیں یوں ہی تکلیف ہوئی۔ بٹالہ میں شاید تھوڑی ہی دیر ٹھہرنا ہوگا۔ سفر کی کوفت میں تم خواہ مخواہ ہمارے شریک ہو گئے۔ ایسا ہی شیخ عبدالرحمن صاحب سے فرمایا۔ جنہوں نے عرض کی۔ کہ وہ پیدل چلنے کا عادی ہے۔ اور خواہش رکھتا تھا۔ کہ آپکے ہمرکاب کبھی پیدل چلنے کا موقعہ ملے سو خدا نے یہ موقعہ دیدیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

میری بھی پیدل چلنے کی بڑی عادت تھی۔ لیکن جب سے عوارضات اور بیماریاں لاحق ہو گئی ہیں۔ تب سے زیادہ پیدل چلنا بھی رہ گیا ہے۔ اس کے بعد آپنے شیخ عبدالرحمن صاحب سے اُن کے والد صاحب کا حال دریافت فرماتے رہے۔ اور انہیں نصیحت کی۔ کہ:۔

ان کے حق میں دعا کیا کرو۔ کیونکہ اولاد کو اپنے والدین کی حتی الوسع دلجوئی کرنی چاہیئے۔ تمہیں لازم ہے۔ کہ ان کے ساتھ پہلے سے ہزار گنا زیادہ اخلاق سے پیش آؤ۔ اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر انہیں اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے۔ کہ جس کا مقابلہ دوسرے معجزات نہیں کر سکتے۔ اسلام میں داخل ہو کر انسان اعلےٰ درجہ کے اخلاق کا مالک بنجاتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے

وہ ممیز ہستی بنجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے۔ کہ وہ تمہارے اخلاق اور نیک نمونہ سے انہیں بھی اسلام کیطرف رہنمائی کردے۔ اسلام والدین کی خدمت سے ہرگز نہیں روکتا۔ دنیوی امور میں جن سے دین کا حرج نہ ہو۔ ان کی ہر طرح فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ اور دل و جان سے انکی خدمت کرنی چاہیئے۔"

راستہ میں مولوی قطب الدین صاحب بٹالہ سے قادیان جاتے ہوئے جو شاہپور کی طرف ایک مریض کے معالجہ کیلئے گئے ہوئے تھے اور مریض ان کے پہنچنے سے پہلے فوت ہوچکا تھا۔ ان کا حال سنکر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

"انسان کا کیا ہے۔ اس زندگی کا کچھ بھی بھروسہ نہیں اسلئے جہانتک ہوسکے ہمیں آنے والے سفر کی تیاری میں مصروف ہوجانا چاہیئے۔ جملہ امراض کا علاج ہے لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔"

راستہ میں جہاں آپ کی رتھ ٹھہرتی۔ آس پاس کے لوگ زیارت کیلئے جمع ہو جاتے۔ رتھ کے سفر میں بھی آپ قصیدہ عربی کے اشعار لکھتے جاتے تھے۔ قریباً ساڑھے ۱۱ بجے آپ بٹالہ پہنچے۔ اور عدالت کے متصل ایک باغ میں فروکش ہوگئے پہنچنے کی دیر تھی۔ کہ اردگرد سے اور عملہ کچہری سے بہت سے لوگ زیارت کیلئے جمع ہوگئے بعض حوائج ضروریہ سے فارغ پاکر آپ احباب میں تشریف فرما ہوئے اور کاغذ کا ٹکڑہ طلب کیا۔ کہ راستہ میں جو چند اشعار کہے ہیں انہیں قلم بند کرلیا جائے مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی نوٹ بک پیش کی جس پر وہ جملہ اشعار آپنے لکھ دیئے کھانا پکا ہوا قادیان سے ہمراہ لایا گیا تھا۔ اسلئے دسترخوان چنا گیا۔ عین اسی وقت مہر نبی بخش صاحب بٹالوی آگئے اور آپسے مصافحہ کیا۔ آپ ان سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور آپنے دسترخوان پر کھانا کھانے کا ارشاد فرمایا۔ اور مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان بھی وہیں آگئے تھے۔ جنھیں مخاطب ہوکر آپ نے فرمایا کہ:۔

آپ دلگیر نہ ہوں آپ دینی جہاد میں مصروف ہیں۔ جہاں مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو آپکی کوششوں کی ضرور جزا دیگا۔ آپ دیکھتے رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کسقدر جلدی جلدی ہمارے اس سلسلہ کو دنیا میں

پھیلا رہا ہے۔ اور یہ اسکی نسبت ہے۔ کہ درخت سارے جہان میں پھیلا ئے۔ کوئی درخت اتنی جلدی پھل نہیں لاتا۔ جس قدر جلدی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ اور نہایت عجیب۔ اور یہ اسکا نشان ہے اور اعجازی۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو اتنی ترقی دیگا۔ کہ وہ سب پر غالب آجائیگا۔ اور جو ابتلا آجکل پیش آرہے ہیں وہ سب دور ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت قدیمہ ہے۔ کہ ہر ایک کام بتدریج ہو مینے شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر الحکم کو کہدیا ہے۔ کہ وہ سارا مباحثہ مدھ اپنے اخبار میں چھاپدے۔ اسکی جسقدر زائد کاپیاں آپکو درکار ہوں۔ وہ ان سے طلب کر لیں۔ زائد اخراجات سے بھی آپ بچ جائینگے۔ اور ثواب بھی ہوگیا

پھر حضرت مسیح کے ذکر پر فرمایا کہ:۔

آنحضرت صلعم کے حضرت مسیحؑ اور انکی والدہ پر بہت بڑے احسانات ہیں۔ کہ آپؐ نے انہیں ہر ایک قسم کے الزام سے بری کیا جو ان کے مخالف یہودی لگاتے تھے۔ ورنہ وہ خود تو جس دن سے پیدا ہوئے اسی دن سے مخالفین کی لعنت کے مورد تھے۔ یہودیوں نے انکے ساتھ کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ ابتدا بھی ان کی لعنت سے ہے اور انتہا بھی لعنت سے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو ان کا مصدق تو کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ یہودی لوگ تو خیر لعنت کرتے ہی تھے۔ لیکن خود انکے اپنے حواری بھی لعنت کرنے سے باز نہ رہ سکے۔ حواریوں میں سے ایک نے تین بار اُن پر لعنت کی۔ پھر جب مصیبت آئی۔ تو سب چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ صرف حضرت نبی کریمؐ ہی تھے۔ جو بڑے زور سے اُن کے مصدق ہوئے اور مخالفین کے ہر قسم کے الزامات سے ان کی بریت کی بھلا اس سے بڑھکر اور کیا احسان ہو سکتا ہے۔ کہ بجائے لعنت کے رحمت کا خطاب انہیں دلایا۔ اور اب ۹۵ کروڑ مسلمان ان پر رحمۃ اللہ کا لفظ بولتے ہیں۔

یہ بات صحیح نہیں کہ صحابہ رضؓ حضرت مسیح کی اس شان کے قائل تھے۔ جو ناواقف مسلمانوں نے انکی بنا رکھی ہے۔ اگر وہ حضرت مسیح کو اس شان سے مانتے کہ وہ حقیقی مُردے زندہ کیا کرتے تھے۔ اور حی و قیوم تھے۔ تو ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوتا اور اگر خود حضرت نبی کریمؐ سے اسکی شان کسی طرح بھی زیادہ یقین کرتے۔ تو انمیں وہ اخلاص اور وفاداری پیدا نہ ہو سکتی۔

بٹالہ تشریف لانے پر فرمایا کہ :-

ہمارا اس جگہ آنا بھی حکمت الٰہی پر مبنی ہے۔ ورنہ مقدمہ میں شہادت تو ایک ایسا امر ہے جس کا جواب ہمارے پاس سوائے لاعلمی کے اور نہیں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے کہ گذشتہ زمانہ میں دو بزرگ ابوالقاسم اور ابوسعید نام تھے۔ اتفاق سے دونوں ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ایک دوسرے شخص نے یہ اتفاق حسنہ دیکھکر انکی خدمت میں عرض کی۔ کہ اسکے دلمیں ایک سوال اٹھا ہے۔ کہ حضرت نبی کریمؐ جو کہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اسکی کیا وجہ تھی۔ ابوالقاسم صاحب نے جواب دیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعض کمالات ایسے تھے۔ کہ جن کا ظہور آپؐ کے مدینہ تشریف لیجانے پر منحصر تھا جب آپ وہاں تشریف لے گئے۔ تو ان کا ظہور ہوا۔ دوسرے بزرگ ابوسعید صاحب نے جواب دیا کہ اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ مدینہ منورہ میں بعض لوگ ابھی ناقص اور معرفت کے پیاسے تھے۔ انکی تکمیل کرنے اور انکے دلوں کی روحانی پیاس بجھانے کیلئے آپکو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جانا پڑا۔ گویا ہر دو بزرگوں نے اپنے اپنے رنگ میں اپنی انکساری کا اظہار کیا۔ اور ایک دوسرے کی تکریم کی۔ اسی طرح ہمارے یہاں آنے کی غرض معلوم دیتی ہے۔ کہ بعض روحیں جو تکمیل چاہتی ہیں۔ انکی تکمیل ہو جائے۔ میاں نبی بخش صاحب سے ملاقات ہو گئی ہے۔ کچھ تبلیغ ہو جائیگی۔ اور بہت لوگوں کو فائدہ پہنچ جائیگا "

اتنے میں آپ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اور مجلس سے علیحدہ جا کر خلال کیا۔ اور ہاتھ دھوئے۔ پھر مجلس میں تشریف لائے۔ تو بہت سے لوگ زیارت کیلئے آ گئے۔ مقدمہ کی شہادت کے بارہ میں فرمایا کہ :-

زمین پر کچھ نہیں ہوتا۔ جبتک کہ آسمان پر اسکی تحریک نہیں ہوتی۔ شہادت کا چھپانا گناہ کی بات ہے اسلئے جب عدالت کسی شہادت کی ادائیگی کے لئے طلب کرے۔ تو فوراً حاضر ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ اظہار حق ہو جائے۔ اور اگر کسی کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے تو پہنچ جائے "

اسی اثنا میں شیخ علی احمد صاحب پلیڈر گورداسپور آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بعد مصافحہ اپنے قدیمی تعلقات ارادت پیش کر کے دعا کی درخواست کی۔ اور پھر واپس کام پر چلے گئے۔ ایک سائل نے آ کر کچھ طلب کیا حضرت مسیح موعودؑ نے میر ناصر نواب صاحب کو حکم دیا۔ کہ اسے کچھ دیدیں۔ اور جو سائل آئے اسے کچھ نہ کچھ دیدیا کریں۔

ایک مولوی صاحب جو عیسائیوں کے ساتھ مباحثات کیا کرتے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے دریافت فرمایا کہ :۔

آپکا جو مباحثہ عیسائیوں سے قرار پایا تھا۔ وہ ہوگیا ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ عیسائی لوگ کرنے سے گریز کر گئے تھے۔ اور مقابل نہ آئے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

اب آپ لوگوں کے وہ پرانے ہتھیار کام نہیں دیتے اور کُند ہو گئے ہیں۔ اور خاطر خواہ کام نہیں دے سکتے۔ بلکہ الٹا اسلام کیلئے ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں۔ انہیں کی وجہ سے ۲۹ لاکھ کے قریب مسلمان اب تک مرتد ہو چکے ہیں۔ مباحثات کا اثر بحیثیت مجموعی دیکھنا چاہیئے۔ فرداً فرداً کچھ پتہ نہیں لگا کرتا "

مہر نجیش صاحب نے عرض کی۔ کہ جس آیت مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ کو ہم وفات مسیح کے استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں۔ عیسائی صاحبان اس سے الوہیت مسیح کا استدلال کرتے۔ اور ہمارے مخالف خیال مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب وہ زندہ آسمان پر موجود ہے۔ تو بہر حال الوہیت کے رنگ میں ہوا۔ کیونکہ اگر بشر ہوتا تو مر گیا ہوتا۔ اس دلیل کا ہمارے مخالف علماء کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

عیسائیوں کا یہ استدلال نہایت معقول ہے۔ مولویوں کو چاہیئے۔ کہ اس کا جواب دیں۔ غور کرو۔ کہ اگر یہی اعتراض دو چار عام مباحثات میں مسلمانوں کے سامنے پیش ہو۔ اور ان کے علماء اسکے جواب سے عاجز آجائیں۔ تو مسلمانوں پر کسقدر بُرا اثر پڑنے کا احتمال ہے۔ ایسے ایسے اعتراضات کو لاجواب پاکر اگر مسلمان مرتد نہ ہو۔ تو کیا کریں " پھر اسی مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

مولوی صاحب فرمائیے۔ اب آپکے ہتھیار کس کام کے ہیں۔ افسوس ہے کہ اسی پر بس نہیں ہمارے مخالف علماء تو اسبات کے بھی قائل ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰؑ نے بہت سے پرندے بھی پیدا کئے تھے جو اب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ پرندوں میں مل جُل گئے ہیں۔ گویا فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی ان کے بہت سے خرافات عقائد ہیں۔ جنکا اگر عیسائیوں کو پتہ لگ جائے۔ تو وہ انہیں ہر جگہ بحث مباحثہ کیلئے للکارتے رہیں۔ ہمارے مخالف مولویوں کے خیالات اسلام کے لئے

بہت خطرناک ہیں۔ کہ ..... اگر انہوں نے حضرت مسیح کو خدا تو نہیں بنایا۔ تو خدا بنانے میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی۔ ان کا تو وہی حال ہے۔ کہ جس طرح کوئی کہے کہ فلاں شخص مرا تو نہیں۔ مگر نہ اسکی نبض ہے۔ اور نہ سانس چلتا ہے۔ پیٹ بھی پھول گیا ہے۔ اور حرکت بھی نہیں کرتا۔ گویا ساری علامات تو مردوں کی ہیں۔ لیکن مرا نہیں۔ یہی حال مخالف مولویوں کا ہے۔ کہ مسیح کو خدا تو نہیں کہتے۔ لیکن خدا کی ساری صفات اسمیں جمع کر دیتے ہیں۔ مخالف عیسائیوں کو ہم کیا روئیں۔ ہمارے تو یہ اندرونی عیسائی ہی امت محمدیہ پر چھری چلا رہے ہیں"۔ یہ سنکر مولوی صاحب چپکے سے اٹھکر چلے گئے

پنڈت کاہن چند صاحب مختار عدالت بٹالہ نے حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا۔ کہ آپنے دافع البلاء میں اپنا الہام یا وحی درج فرمایا ہے۔ انت مِنِّی وَاَنَا مِنْکَ اسکے کیا معنی ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔

انت مِنِّی کا مطلب تو ظاہر ہے۔ کہ جو سپاہی یا افسر مامور ہو کر کسی حاکم کے حکم سے کسی جگہ جاتا ہے۔ وہ اس حاکم ہی سے ہوتا ہے۔ یعنی اسکی طرف سے اور اسکے ارشاد سے جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کیطرف سے آنے والا اسی کے حکم اور ارشاد سے آتا ہے۔ وہ اس سے یعنی اسکی طرف سے ہوتا ہے۔ اب رہا اَنَا مِنْکَ یہ بھی نہایت صاف ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک شئے ایک عرصہ گذرنے کے بعد زمانہ کی درازی کے باعث اپنی اصلی حالت پر نہیں رہتی۔ اسی طرح لوگوں کے دلوں میں سے انبیاء کی تعلیمات کا اثر اٹھ جاتا ہے۔ اور ایک عرصہ گذرنے کے بعد ہر ایک مذہب پر ایک ایسا وقت آتا ہے۔ کہ اسکی پیروی کا دعوےٰ کرنے والے صرف برائے نام اسکے پیرو رہجاتے ہیں۔ محض چھلکا ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور مغز سے بالکل بیخبر ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان اور اعمال تمام کے تمام بطور رسم کے ہوتے ہیں جسطرح سے ایک مسلمان بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہو کر مسلمان کہلاتا ہے۔ ورنہ فی الحقیقت اسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ نماز۔ روزہ وغیرہ وہ سب اسلئے ادا کرتا ہے۔ کہ اپنے مسلمان والدین کو ادا کرتے دیکھتا ہے لیکن چونکہ اسلام سچے خدا کی طرف سے ہے اور اسنے اسلام کو تمام دیگر ادیان پر چن لیا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اسے بہت دیر تک ظلمت میں نہیں رکھتا۔ بلکہ جلد تر اس

۴۵۷ تا ۴۶۴ و ۴۷۳ تا ۴۸۰ حمایت اسلام پریس لاہور میں چھپا۔

کے ایمان و اعمال کو نشو و نما دینے والے لوگ ہر صدی کے سر پر بھیجدیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو جو دنیا سے اٹھ گئی ہوتی ہے۔ اور اس کا یقین جو لوگوں کے دلوں سے محو ہو گیا ہوتا ہے۔ دوبارہ دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے گویا خدا کا پوشیدہ چہرہ ان ماموران الٰہی اور برگزیدگانِ خداوندی کے ہاتھوں سے پھر دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ اسکی عظمت اور جلال کو پھر دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اور اُس کی ذات پر کامل یقین جو لوگوں کے دلوں سے اٹھ گیا ہوتا ہے۔ پھر جاگزین کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ انکو خطاب کرتا ہے۔ کہ اَنَا مِنْكَ یعنی میری توحید اور میرا جلال و عظمت تیرے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہوگا۔ ایک زمانہ ایسا آجایا کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس وقت دنیا سے مفقود اور گم شدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور زمانہ زبانِ حال سے پکار اٹھتا ہے۔ کہ خدا فی الواقعہ گم ہو گیا ہے۔ اس کے اظہار کیلئے کوئی مامور الٰہی اللہ تعالیٰ کیطرف سے آتا ہے۔ اور خدا کے وجود کی سلطنت دنیا میں قائم کر دیتا ہے۔ اگر اسپر یہ سوال ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ذریعہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اسے تو فی الحقیقت کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اسنے اس عالم اسباب میں یہی طریق پسند فرمایا ہے۔ مثلاً دیکھو۔ پیاس لگتی ہے۔ اسے بجھانے کیلئے پانی بنایا۔ بھوک کے لئے خوراک پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ پانی اور خوراک کے بغیر پیاس اور بھوک کو رفع نہیں کرتا۔ کر سکتا ہے۔ لیکن اسنے ایسا کرنا پسند نہیں کیا۔ اسیطرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے اظہار کے لئے انبیاء اور اولیاء کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ جو لوگوں کو بڑے بڑے مقتدرانہ نشانات کے ذریعہ سے جو غیب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بتلا دیتے اور لوگوں کو یقین کرا دیتے ہیں۔ کہ خدا ہے اور ضرور ہے۔ ہندوؤں میں جو اوتاروں کا سلسلہ مانا گیا ہے۔ اسکی بھی اصل یہی ہے۔ اگر یہ سلسلہ دنیا میں نہ ہوتا۔ تو یہ سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جاتا "

پنڈت کاہن چند صاحب نے کہا۔ کہ آپنے اپنے رسالہ میں اسکے اور معنی کئے ہیں؟

حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ :۔

"ہم نے اور معنی نہیں کئے۔ بلکہ یہی سوال ایک دفعہ مجھ سے عبداللہ آتھم نے بھی کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے یہی جواب دیا تھا۔ اور یہ کوئی نیا الہام نہیں۔ بلکہ براہین احمدیہ کے زمانہ کا ہے۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ کہ اس سے ایمان

بڑھتا ہے۔ چونکہ آجکل زمانہ میں دہریت پھیل گئی ہے۔ اس لئے خدا نے اپنے جلال کو ظاہر کرنے کیلئے ایک انسان کو دنیا میں بھیجا ہے۔

اسکے بعد پنڈت صاحب چلے گئے۔ اور دھرم کوٹ کی احمدی جماعت نے آکر حضرت اقدسؑ سے مصافحہ کیا۔

ایک شخص نے آپ سے آیت کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ الخ کے معنے دریافت کئے؟

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

انسان پر ایک زمانہ ہوتا ہے۔ کہ وہ محض ایک نطفہ ہوتا ہے۔ اور بظاہر اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ پھر مدارج ستہ سے گذر کر اسپر ایک موت آجاتی ہے جس کے بعد پھر اسے زندگی عطا کی جاتی ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ ہر حیات سے پہلے ایک موت ضرور وارد ہوتی ہے۔ اس آیت قرانی میں صحابہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ایک زمانہ ان پر ایسا گذرا ہے۔ کہ وہ بالکل مُردہ تھے۔ یعنی ہر قسم کی ضلالت اور ظلمت میں گرفتار تھے۔ پھر اُن کو حضرت نبی کریم کے ذریعہ سے زندگی عطا ہوئی۔ اور آپؐ کی تربیت روحانی کے ذریعہ سے اُنکی نفسانی خواہشات پر ایک موت وارد ہوگئی۔ جسکے ذریعہ سے انہیں ایک دائمی بقا حاصل ہوگئی۔ اور بقا باللہ کا درجہ مل گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہوگئے۔

مولوی فتح الدین صاحب نے آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کی۔ جسے وہ تاویل کرکے آپؐ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ایسی تاویلات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی تائیدات ہمارے شامل حال ہیں۔ کیا صرف ثلاثہ ہماری تائید کے لئے کافی نہیں۔ سب سے اول تو قرآن مجید کا مِنْکُمْ لو۔ یعنی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ دوسرا صحیح بخاری کا مِنْکُمْ یعنی اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ تیسرا صحیح مسلم کا مِنْکُمْ اَمَّکُمْ مِنْکُمْ۔ پھر ان کے علاوہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ ہماری تائید میں کیسی واضح اور قطعیۃ الدلالت ہے۔ ایسا ہی فَاٰوَیْنٰھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ ۝

مسیح کی ہجرت شام اور صلیبی موت سے بچ جانے پر بیّن دلیل ہے۔

اسکے بعد منشی نعمت علی صاحب سکنہ بٹالہ نے دعوت قبول کرنے پر اصرار کیا۔
حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔
تکلّف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کھانے کی تاکید تو ایک اجنبی شخص کیلئے ہوا کرتی ہے۔ جب آپنے بیعت کر لی تو ہمارے جسم کا جزو بن گئے۔ پھر الگ کیا رہ گیا۔ بیعت کر لینے سے جو بیع ہو جاتی ہے۔ کیا اس سے آپکا کچھ اپنا بھی رہ گیا ہے۔ یہ باتیں تو اجنبی کیلئے جائز ہو سکتی ہے۔
جماعت کی روز افزوں ترقی پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔
ہماری طرف سے کوئی سعی نہیں کیجاتی۔ اور نہ ہمارے واعظ ہیں۔ باایں اس قدر زور سے جماعت کی ترقی ہو رہی ہے۔ کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ اگر ہماری سعی اور کوشش سے کچھ ہوتا۔ تو شاید شرک ہوتا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ خود ہی کرتا جاتا ہے۔ صوبہ مغربی و شمالی (صوبہ سرحدی) میں جہاں ہمیں اپنے تین آدمیوں کا بھی علم نہ تھا۔ مردم شماری کے رو سے نو سو سے زیادہ ہمارے آدمی نکل آئے اور اب خدا کے فضل سے یہ جماعت ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ اور مخالفین خود ہماری ترقی میں محرک اور ممد ثابت ہو رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے خطوط آتے ہیں۔ کہ انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے رسالہ جات میں ہماری کتب کے اقتباسات پڑھکر حق کو پالیا ہے۔ پھر بعض ایسے خطوط بھی آئے ہیں۔ کہ کوئی فقیر ایک کتاب لایا۔ اور اسے چھوڑ کر خود غائب ہو گیا۔ غرض ہمارے مخالفین نے ہر طرح سے خلاف کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انکی آرزوؤں کے خلاف ہماری ترقی ہی کی۔ یہ بھی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ کہ ساری دنیا نے مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور مخالفت کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ لیکن ہر جگہ خدا نے انہیں ناکام رکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نشان ہے۔ اور حق کی شناخت کا ایک معیار یہ بھی ہے۔ کہ دنیا اپنے سارے ہتھیاروں کو لیکر اسکی مخالفت میں کھڑی ہو جائے۔ اندرونی اور بیرونی۔ اپنے اور پرائے سب اسپر ٹوٹ پڑیں لیکن پھر بھی حق آگے ہی قدم بڑھاتا جائے۔ اور کوئی روک اسکی ترقی کو روک نہ سکے۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ الخ سو اس معیار کے رو سے ہمارے سلسلہ کو پرکھا جائے

تو ایک طالب حق کے لئے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ ایک آبپاشی اور تخم ریزی کسان کرتا ہے۔ اور ایک خدا خود کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت خدا کی تخم ریزی اور آبپاشی کا نتیجہ ہیں۔ اسلئے خدا کے لگائے ہوئے پودوں کو کون اکھاڑ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دو طرح سے مدد کی ہے۔ طاعون نے بیعت کرنے والوں کو بڑھایا اور مردم شماری نے اسکی تصدیق کی۔

پھر فرمایا کہ:۔ قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ تعالےٰ ہی کیطرف سے آتی ہے۔ توفیق کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ انبیاء نے کبھی تماشے نہیں دکھائے البتہ جب ان پر شدائد اور مصائب آیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان کے لئے تماشہ دکھایا کرتا تھا۔ جیسا قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسیطرح ہم پر جو قتل کا مقدمہ کیا گیا ہے۔ وہ بھی ایک نار تھا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات دی۔

ایک خواب کی تعبیر میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

انبیاء بھی قینچی کا کام کرتے ہیں۔ ایک طرف سے قطع کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف پیوست کرتے ہیں۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا۔ کہ صحابہؓ کے کپڑے میلے کچیلے ہوتے تھے۔ اور اپنر پیوند لگے ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یہ جھوٹ ہے۔ میلا کچیلا ہونا اور بات ہے۔ اور پیوند لگے ہونا امر دیگر ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ پس پاک رہنا ضروری ہے۔ اس کی تائید اور جگہ فرمائی۔ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝

عدالت میں پیش ہونے میں ابھی دیر تھی۔ اسلئے ظہر و عصر کی نمازیں قصر کرکے باجماعت جمع کر لی گئیں۔ قریباً دو صد نمازی شریک جماعت تھے۔ بعد نماز جماعت امرتسر آ گئی۔ اور مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ جس کے بعد بہت سے لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دو بجے کے بعد آپ کو گواہی کیلئے عدالت منشی نصیر الدین صاحب منصف میں بلایا گیا۔ خلقت کے ہجوم کے باعث کمرہ عدالت اور برآمدے سب بھر گئے عدالت نے بمشکل کمرہ عدالت خالی کروا کر اندر سے دروازے بند کر لئے۔ حسب طریق

عدالت حلف کے بعد آپکی شہادت ہوئی۔ کمرہ عدالت میں آپکے ہمراہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ مفتی محمد صادق صاحب شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر الحکم موجود رہے۔ بعد ادائگی شہادت آپ نے باہر تشریف لاکر قادیان واپس جانے کی تیاری شروع کردی۔ اور بسواری رتھ ساڑھے چھ بجے شام قادیان میں ورود فرمایا۔ (الحکم جلد ۶ ع ۴۰)

۸ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ فجر کی نماز سے پہلے آپکی خدمت میں محمد رفیق صاحب بی اے اور محمد کریم صاحب سکنہ مونگیر (بنگال) حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی۔ بعد بیعت حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں فرمایا کہ:۔

ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو۔ تاکہ پوری پوری واقفیت ہو جائے۔ اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرتے رہا کرو۔ اور ہمیں ہمیشہ خط بھیجتے رہو۔ اسکے بعد جماعت نماز ہوئی۔ اور آپ بعد ادائگی اندر تشریف لے گئے۔ اور بوجہ زکام و نزلہ آپنے سیر کے لئے جانا ملتوی رکھا۔

ظہر کے وقت جب آپ تشریف لائے تو ایک نو وارد نے حاضر ہوکر اپنے والد کی شکایت کی۔ کہ وہ آپکی سخت مخالفت کیا کرتا ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اپنے والد کے حق میں آپ دعا کیا کریں۔ اسنے عرض کی کہ وہ دعائیں کیا کرتا ہے اور آپ کی خدمت میں بھی دعا کیلئے لکھتا رہتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔

توجہ سے دعا کیا کرو۔ کیونکہ باپ کی دعا بیٹے کیلئے اور بیٹے کی دعا باپ کے لئے قبول ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی خوب توجہ سے دعا کرتے رہیں۔ تو اسوقت ہماری دعا کا اثر ہوگا۔

لاہور سے ایک شخص کا خط آپکی خدمت میں آیا۔ جسے خواب میں آپکی نسبت بتایا گیا تھا۔ کہ آپ سچے ہیں۔ اس شخص کی ارادت ایک فقیر کے ساتھ تھی۔ جو حضرت داتا گنج بخشؒ کے مقبرہ کے پاس رہا کرتا تھا۔ اسنے اپنی خواب اس فقیر کے سامنے بیان کی۔ تو اس فقیر نے کہا۔ کہ مرزا صاحب کی اتنے عرصہ سے ترقی ہوتے جانا اور دن بدن عروج کا بڑھتے جانا اُن کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر وہیں کے ایک اور مست فقیر کے سامنے اسنے خواب بیان کی۔ تو اس فقیر نے کہا۔ کہ بابا ہمیں بھی دریافت کر لینے دو۔ دوسرے دن اس فقیر نے

بھی بتلایا۔ کہ اُسے خدا نے کہا ہے۔ کہ مرزا مولا ہے۔ پہلے فقیر نے کہا۔ کہ مولا نے کہا ہوگا یعنی کہ وہ (مراد حضرت مرزا صاحب) تیرا میرا اور ہم جیسوں سب کا مولا ہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

آجکل خواب اور رویا بہت ہو رہے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کو ہماری سچائی کی خبر بذریعہ خوابوں کے دے۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے اسطرح پھر رہے ہیں۔ کہ جیسے آسمان میں ٹڈی ہوتی ہے۔ اور وہ لوگوں کے دلوں میں تحریک ڈالتے پھرتے ہیں کہ مان لو۔ مان لو۔

اسکے بعد ایک دوسرے شخص کا ذکر ہوا۔ کہ جسنے حضرت اقدسؑ کی رد میں ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو اُسے خواب میں حضرت نبی کریم نے فرمایا۔ کہ تو اس کا رد لکھتا ہے۔ اور دراصل وہ شخص سچا ہے۔ اور یہ سب حال اسنے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ بھیجا تھا۔

اسکے بعد نماز ظہر و عصر کو جمع کرکے ادا کیا گیا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ تائید سلسلہ کے لئے ایک عظیم الشان مضمون لکھ رہے تھے۔ جس کا ایک لخت ختم کرنا ضروری تھا

بعد ادائگی نماز مغرب ایک دوست نے کھڑے ہوکر عرض کی۔ کہ آپنے تحفہ گولڑویہ میں دار قطنی کی جو حدیث نقل فرمائی ہے۔ اسمیں ساعۃ سے کیا مراد ہے۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

قیامت کا حقیقی علم تو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو بھی نہیں حتّٰی کہ فرشتوں تک کو نہیں۔ اس حدیث میں جو ساعۃ کا لفظ ہے۔ اسکی مثال اسطرح سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ جسطرح عورتوں کے حمل کی میعاد نو ماہ دس دن ہوتی ہے۔ لیکن جب نو ماہ پورے ہو جائیں۔ تو باقی دس دنوں کے بارہ میں کچھ علم نہیں ہوتا۔ کہ کس دن وضع حمل ہو جائے بلکہ سب لوگ ہر آن بچہ کی پیدائش کی گھڑی کے منتظر رہتے ہیں۔ قیامت کا نام اسی لئے ساعۃ رکھا ہے۔ کہ اس ساعۃ کی کوئی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں جو اسکی علامات بیان کی گئی ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی آدمی قریب قریب اس زمانہ کا پتہ بھی دیدے تاہم اس ساعۃ کی یقینی خبر کسی کو نہیں۔ جسطرح وضع حمل کی ساعۃ کی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ ایک ڈاکٹر بھی حمل کی میعاد نو ماہ دس دن بتائیگا۔ لیکن تاہم نو ماہ گذر جانے کے

بعد ہر وقت فکر لگا رہتا ہے۔ کہ نہ معلوم وضع حمل کونسی گھڑی ہو۔ سابقہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ہزار سال کے بعد قیامت قریب ہوگی۔ اب چھ ہزار سال تو گذر چکے ہیں۔ اسلئے قیامت تو قریب ہے لیکن اس گھڑی کی ٹھیک خبر کسی کو بھی نہیں ؛

اسکے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے سرٹیفکیٹ سٹلمنٹ سے آئے ہوئے ایک خط کا مضمون حضرت صاحب کی خدمت میں سنایا جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ کشمیر سے ایک پادری فدہنس نے ایک پرانا صحیفہ حاصل کیا ہے۔ جو دو ہزار سال کا پرانا ہے۔ اور جس میں مسیح کی آمد اور اسکے منجی ہونے کی پیشگوئی درج ہے۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ :۔

بعض وقت پادری صاحبان اپنے دین کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کیلئے ایسی گھڑنتوں سے کام لیتے ہیں۔ اسلئے ہمارے نزدیک اسکے پرکھنے کا معیار یہ ہے۔ کہ اگر اس صحیفہ میں تثلیث کا ذکر ہو۔ تو یہ یقیناً مصنوعی اور جعلی ہوگا۔ کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ابتداء میں خود عیسویت میں تثلیث کا عقیدہ موجود نہ تھا۔ اور یہ بعد کے زمانے کی بناوٹ ہے۔

اسکے بعد اس امر پر تذکرہ چل پڑا کہ قدیم اور اصل لفظ عیسےٰ ہے یا یسوع۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

پرانا نام عیسےٰ ہی معلوم ہوتا ہے۔ تمام عرب عیسےٰ کا لفظ ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ یسوع کا لفظ پرانے اشعار عرب میں بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔ چونکہ حضرت عیسےٰؑ نبی تھے اسلئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی بعد کے زمانہ میں انہوں نے عیسےٰ کو بدل کر یسوع بنا لیا۔ یہ بھی تعجب کی بات ہے۔ کہ کسی دوسرے نبی کا نام آجتک اُلٹایا نہیں گیا۔ صرف حضرت عیسےٰؑ کا نام ہی الٹایا گیا ہے۔ اور اسی طرح ان کا مذہب بھی الٹایا گیا۔ اسی پر کسی شاعر نے کہا ہے ؎ نہ ہو کیوں کر ہمارا کار الٹا ۔ ہم اُلٹے بات الٹی یار الٹا ؛

حضرت مولانا نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ ساری انجیلوں میں کہیں عیسےٰ نام نہیں آیا۔ بلکہ یسوع آیا ہے۔ اسکے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی نظم سنائی۔ جسمیں انہوں نے اِتی ممیں من ادا دا ھانتاک کی تائید میں ان تمام ذلتوں اور خواریوں کی تفصیل دی تھی۔ جو آجتک حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفوں کو پہنچ چکی تھیں۔ پھر ایک دوسرے امرتسری دوست نے اپنی نظم مشمولہ بر مضامین انوار و برکات جو انہیں بعد حصول بیعت حاصل ہوئے تھے سنائی اسکے بعد عشاء کی نماز باجماعت ادا فرما کر حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لیگئے (البدر)

۹ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور بباعث کثرت کار سیر کے لئے تشریف نہ لے جاسکے۔ بعد نماز ظہر چار دوستوں نے بیعت کی اور حضرت اقدسؑ اندر تشریف لے گئے نماز عصر بھی باجماعت ادا فرماکر جلد تشریف لے گئے بعد نماز شام عربی قصائد کے بارہ میں جو آجکل زیر تحریر ہیں فرمایا کہ:۔

میں بصیرۃ اور یقین کے ساتھ اسبات پر ایمان رکھتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت سے ہے۔ اور یہ ایک عظیم الشان کلام معجز بیان ہے جسکی نظیر لانے پر کوئی شخص بھی قادر نہ ہوسکیگا۔ (حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا) آپ اسے دیکھینگے تو آپ پر اسکی سچائی کی حقیقت واضح ہوجائیگی اسکے لکھتے وقت بعض اوقات یہ حالت ہوتی رہی ہے۔ کہ ذرا اونگھ آئی اور ایک شعر الہام ہوگیا۔ اسی طرح ان قصائد میں کئی شعر الہامی ہیں۔ وحی کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وحی خفی اور دوسری جلی۔ اس تصنیف میں وحی خفی کام کر رہی ہے جسمیں حس نہیں ہوتی اور نہ اسمیں قوۃ متفکرہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ جسطرح سے ایک نالی روان ہوتی ہے۔ اسی طرح پر لگاتار مضامین دلیں پڑتے جاتے ہیں۔ اور میں لکھتا چلا جاتا ہوں۔ اور اسوقت خدا تعالیٰ کی ایک فوق العادت طاقت کام کرتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید اور فضل پر مجھے اسقدر یقین ہے۔ کہ یہ سب کام ایک ہی دن میں سرانجام پا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ اسے دوبارہ دیکھنا پڑتا اور اسکی کاپیاں بھی صحیح کرنی پڑتی ہیں۔ اسلئے کچھ دیر ہوجاتی ہے۔ قصائد میں دیکھا گیا ہے۔ کہ واقعات کا مسلسل بن جانا بڑا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ اور شاعروں کے نزدیک یہ بیحد مشکل ہے۔ کیونکہ انہیں قافیہ اور ردیف کے لئے بالکل بے جوڑ باتیں اور الفاظ لانے پڑتے ہیں۔ (مثال کے طور پر آپنے مقامات حریری کے دو فقرے پڑھے اور فرمایا کہ) دیکھو محض تلازم شعر کے لئے شاعر نے بالکل بے تعلق باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اسکے مقابل کلام مجید کی ایک مختصر سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ الخ کو ہی دیکھ لو۔ کوئی لفظ بے تعلق نہیں۔ بلکہ ہر ایک لفظ حقائق اور معارف سے پر ہے۔

جن دوستوں نے آج ظہر کے بعد بیعت کی تھی ان میں سے ایک نے اظہار محبت کے

کچھ کلمات کہے۔ جسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

آپ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قبولیت حق کے لئے آپ لوگوں کے سینے کھولدئے۔ اور جو لوگ بڑے بڑے مولوی کہلاتے ہیں۔ ان پر برکات کے دروازے خدا نے بند کر رکھے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل و احسان ہے۔ اسکے بعد ایک دوست نے دعا کی درخواست کی آپنے فرمایا کہ:۔

میں اپنے تمام دوستوں کیلئے پنجوقتہ نمازوں میں دعا کیا کرتا ہوں۔ اور میں تو سب کو ایک سمجھتا ہوں۔

بعد ازاں مفتی محمد صادق صاحب نے ایک انگریزی خط سنایا جو انہوں نے حضرت اقدس کے حکم کے ماتحت مسٹر پگٹ مدعی مسیح کو لندن لکھا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اسے بہت پسند فرمایا۔

اسکے بعد امرتسر کے ایک دوست نے اپنی پنجابی نظم سنائی۔ جسمیں انہوں نے اپنے ایک خواب کا ذکر اور حضرت اقدس کی زیارت کا شوق اور بیعت کی کیفیت اور حضرت اقدس کے فیوض و برکات کا ذکر درد دل اور نہایت دلکش پیرایہ میں کیا ہوا تھا حضرت اقدس بار بار اپنی زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ کہ درد اور رقت سے لکھا ہوا ہے ایک مقام پر آپنے فرمایا کہ ہند میں دو اہم واقعے ہوئے ہیں ایک حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا اور دوسرا ہمارا۔ ان کا کام لڑائی کرنا تھا۔ جو انہوں نے شروع کر دی تھی۔ لیکن اسکا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا۔ جو کہ اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہم سے ہو رہا ہے۔ اسی طرح پر حضرت عیسےٰ کے وقت جو نامرادی انہیں پیش آئی وہ چھ سو برس بعد آنحضرتؐ کے ذریعہ سے دور ہوئی۔ اسکی تائید اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی ہے۔ پھر دجال کے یک چشم ہونے پر فرمایا کہ میں نے اسکی نسبت یہ دیکھا یا سنا ہے۔ کہ اسکی دونوں آنکھیں ہی عیب دار ہونگی۔ جیسا کہا کرتے ہیں۔ کہ یک کل و دیگر بالکل۔ جسکے یہ معنی ہیں۔ کہ ان لوگوں نے دو کتابوں پر غور کر لی تھی ایک تورات پر دوسرا قرآن پر سو قرآن کو تو یہ بالکل دیکھتے ہی نہیں۔ اور توریت پر انکی نظر کچھ دھندلی سی ہے۔ کہ اسے برائے نام اپنی تائید میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد عشاء کی نماز باجماعت ادا فرما کر اندر تشریف لے گئے۔ (البدر جلد ۲ صـ)

۱۰ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ حضرت مسیح موعودؑ فجر کی نماز سے کچھ پیشتر تشریف لائے۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب کے انتظار میں مجلس فرمائی۔ مولوی محمد علی صاحب پنجابی شاعر سیالکوٹی سے ارشاد فرمایا کہ آپکو پنجاب کے مختلف دیہات میں تبلیغ کے لئے پھرنا ہوگا جسے مولوی صاحب نے خوشی سے منظور کیا۔ بعد ادائے فریضہ حضرت اقدس اندرون خانہ تشریف لے گئے اور کثرت کار کی وجہ سے سیر کے لئے تشریف نہ لے جاسکے۔ اور اسی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازیں بھی جمع کر کے ادا کی گئیں۔ نماز سے پہلے مضمون زیر رقم کے بارہ میں آپنے فرمایا کہ

کلام کا معجزہ حضرت آدمؑ سے لیکر آنحضرتؐ کے زمانہ تک جو چار ہزار برس ہوتے ہیں سوائے قرآن کریم کے اور کسی کتاب نے نہیں دکھایا۔ اور نہ کسی نے دیکھا۔ چونکہ یہ معجزہ صرف ایک ہی کتاب کے متعلق ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسپر پورا زور دیا جائے۔ تاکہ لوگ اسکی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔ کیا مخالفین اسلام کے پاس قلم نہیں یا وقت اور الفاظ نہیں سب کچھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نشان کے سامنے انکی کیا پیش جاسکتی ہے۔ میرا تو ایمان ہے۔ کہ یہ ایسا بین نشان ہے۔ جو آفتاب کی طرح ہر ایک کو نظر آسکتا ہے۔ ہم سے بھی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بے نظیر کلام کا معجزہ ظاہر کروایا۔ جسکی مخالف لوگ نظیر لانے سے عاجز ہیں۔ وہ اپنے دین کی تائید کیلئے تھا۔ ورنہ ہم تو سب کچھ چھوڑ بیٹھے تھے۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ نماز مغرب سے پہلے خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور براستہ کوہاٹ قادیان پہنچے اور شام سے پہلے مسجد میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پشاور کوہاٹ کا حال سنایا۔ کہ وہاں اکثر اشتہارات جو بطور ضمیمہ شملہ ہند میرٹھ حضرت اقدسؑ کی مخالفت میں شائع ہوتے ہیں۔ اس نظر سے پڑھے جاتے ہیں۔ کہ گویا وہ حضرت اقدسؑ کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ اسی مغالطہ کی وجہ سے سرحد کے لوگوں کے دلوں میں یہ خیالات جاگزین ہو گئے ہیں کہ گویا آپنے اپنے خدام کو روز سے معاف کر دیئے ہیں۔ اور حضرت نبی کریمؐ کی ہتک کی ہے۔ اور نعوذ باللہ یہ فرمایا ہے۔ کہ آپ جھوٹے نبی تھے۔ اور آپ خود آنحضرتؐ سے افضل ہیں۔ مخالفین نے یہ اشتہارات اس طرز پر لکھکر شائع کئے ہیں کہ عوام ان کو آپکی طرف سے اور آپکے ہی سمجھتے ہیں۔ یہ سنکر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ

وہاں کشتی نوح کثرت سے تقسیم کردی جائے۔ یہی کافی ہوگا۔ خواجہ صاحب نے عرض کی کہ انہوں نے یہ کتاب ایک ذی وجاہت شخص کو مطالعہ کے لئے دی جسنے اسے پڑھکر کہا کہ کتاب تو عمدہ ہے۔ اگر آخر میں مکان کے چندہ کا ذکر نہ ہوتا اسپر مینے (خواجہ صاحب نے) اسے جواب دیا۔ کہ کیا تم سے بھی حضرت مرزا صاحب نے ایک پیسہ طلب کیا ہے۔ یا تم نے دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے تو اس اشتہار میں ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ جو ان سے ابنیّت کا تعلق رکھتے ہیں۔ کیا اگر ایک باپ اپنے بیٹوں سے دو ہزار روپیہ اسلئے طلب کرے۔ کہ اسنے ایک مکان بنانا ہے۔ تو کیا اسکا یہ فعل قابل اعتراض ہوگا۔ یہ جواب سنکر وہ خاموش ہوگیا۔ پھر مینے کہا۔ کہ ہاں دوسری کسی انجمن کا حق نہیں ہے۔ کہ وہ اسطرح لوگوں سے چندہ طلب کرے۔ کیونکہ اس کا تعلق اپنے ممبروں سے وہ نہیں ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کا اپنے خدام سے ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یہاں ضمیمہ شحنہ ہند مُردار سے بھی بڑھکر نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ سنت اللہ ہے۔ کہ ہمارے مخالف لوگ ہمارے خلاف ہر طرح سے زور لگائیں۔ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ مخالفین کی ہر طرح کی شرارتوں اور تحریروں کے باوجود ہماری جماعت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ جو ہماری سمجھ سے باہر ہے اصل بات یہ ہے۔ کہ جبتک پورے طور تپش نہ ہو۔ بارش نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کی مخالفت تپش کی مصداق ہے جس کے بعد زور کی بارش کی امید ہے۔ ابوجہل وغیرہ حضرت نبی کریمؐ کے خلاف کس قدر شرارتیں کرتے رہتے تھے یہانتک کہ بدر میں حضرت نبی کریمؐ کے ساتھ اسنے مباہلہ کرلیا۔ اور کہا۔ کہ یا اللہ ہم دونوں میں سے جو شخص زمین میں فساد ڈالتا۔ اور قطع رحمی کرتا ہے۔ اسے ہلاک کر۔ چنانچہ اسی روز وہ ہلاک ہوگیا۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں۔ کہ بظاہر انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتے اسے یہی سمجھا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے بٹھائے ایک شعلہ برپا کردیا ہے۔ اور قوم میں تفرقہ ڈالدیا ہے۔ کہ بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے جدا ہوگیا ہے۔ اسلئے یہ مباہلہ مفید ہوگا۔ لیکن جو کچھ اسنے سمجھا تھا۔ چونکہ وہ غلط تھا۔ اسلئے ہلاک ہوگیا۔ اسکے مباہلہ کے الفاظ یہ تھے اَللّٰھُمَّ من کان منا اقطع للرحم وافسد فی الارض فاحنہ الیوم ۔ حقیقت یہ ہے

کہ انبیاءؑ کی بعثت پر ایک قسم کا فتنہ تو ضرور پیدا ہوتا ہے لیکن وہ فتنہ دنیا کے لئے رحمت ہوتا ہے جس کی اصل غرض انسانوں میں وحدت اور اتحاد پیدا کرنا ہوتی ہے۔ جو بتدریج پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک دوسری قسم کا فتنہ بھی ہوتا ہے۔ جو لعنت ہوتا ہے۔ جس سے شر بڑھتا اور دنیا میں فساد پھیلتا ہے۔ انبیاء کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ سعید لوگوں کو گنہ گاروں سے علیحدہ کر کے ایک پاک جماعت پیدا کر دیتا ہے۔ آجکل ہمارے خلاف بھی لوگوں میں ایک عام جوش پیدا ہو گیا ہے۔ یہانتک کہ بعض لوگ رافضیوں سے بھی بڑھکر ہم پر لعنت کرتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ جسے وہ ایک قسم کی عبادت سمجھتے ہیں۔ اسکے مقابل اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت سعید لوگوں کی تیار کر رہا ہے۔ جو اپنے اخلاص اور یقین میں یہانتک بڑھی ہوئی ہے۔ کہ اس راہ میں ہر قسم کی مالی جانی قربانیاں کرنے کو تیار ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہیں۔ کہ ہماری طرف سے کوشش ہی کیا ہوئی ہے۔ کہ اسنے تمام اطراف کے سعید لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ سب اسکے خاص فضل ہیں۔ کہ آسمان پر ہماری تائید میں جوش ہے۔

اسکے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنا خواب عرض کیا۔ کہ انہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت صاحب کا جو مقدمہ کشمیر میں تھا۔ وہ فتح ہو گیا۔ اسکی تعبیر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی۔ کہ کشمیر کا مقدمہ تو قبر مسیحؑ ہی کا ہے۔ اور اسکے فتح پانے پر عیسویت کا کچھ باقی نہیں رہتا عیسائیوں نے تو فلسفہ اور طبعیات کو پڑھکر ان علوم کو ہی بدنام کر دیا چوڑھے چماروں کے پاس بھی اپنے مذہب کے متعلق کچھ دلائل ہوتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے تو سارا بوجھ حضرت مسیحؑ کی صلیب کے شہتیر پر رکھا ہے۔ جس کے گرنے کے ساتھ ہی وہ سب نیچے دب جائینگے۔

اسکے بعد ایک دوست نے نظم سنائی۔ جسکے بعد خواجہ صاحب نے اپنی ایک دوسری خواب عرض کی۔ کہ خواب میں کسی نااہل شخص نے اس سلسلہ کو گالیاں دیں۔ اور میں نے (خواجہ صاحب نے) اسے پہلے حملہ کرنے کا موقعہ دیا۔ آخر ایک تھپڑ مار کر غرق کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ بڑا عمدہ خواب ہے۔ خواب میں گالیاں دینے والا مغلوب ہوتا ہے اسکی تعبیر میں استدلال یہاں سے کیا گیا ہے۔ کہ چوروں کو گالیاں دی جاتی ہیں یا جو مقدمہ ہارتا ہے۔ وہ گالیاں دیتا ہے۔ پس جو گالیاں دے وہ مغلوب ہوتا ہے

اور جسے دی جائیں وہ غالب اسکے بعد احباب نے پنجابی نظمیں سنائیں۔ اور بعد عشاء حضرت اقدسؑ اندر تشریف لے گئے۔ (البدر جلد ۱ ۴۷ الحکم جلد ۶ ۴۷)

۱۱ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور بوجہ کثرت کار پیغام بھیجا۔ کہ آج اور کل دو روز آپ سیر کے لئے باہر تشریف نہ لے جائینگے۔

ظہر کی نماز سے پہلے آپنے احباب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

"یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک کام کرتا رہتا ہوں۔ اسلئے ہمارے دوستوں کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ اسمیں بقدر حیثیت حصہ لیں۔ اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں کیلئے دن اور رات کو ایک کر دیں"

اسکے بعد کلام الٰہی کی فصاحت کے بارے میں فرمایا کہ:۔

دوسری قسم کے تمام نشانات کچھ عرصہ کے بعد غائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن فصاحت کلام کا نشان ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت کا معجزہ ایک ابدی معجزہ ہے قلت فہم ہے۔ ورنہ اگر سمجھانے والے ہوں تو اب بھی یہ اسی طرح سمجھ میں آسکتا ہے جیسا قدیم الایام میں تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کے سانپ کا معجزہ اب دنیا سے ناپید ہے لیکن قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا معجزہ ایسا ہے۔ کہ وہ ابد الآباد تک قائم رہیگا۔ اور آنے والی نسلیں بھی قیامت تک اس سے فائدہ اٹھاتی رہینگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مجھے بھی کلام کا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ جو اپنے ساتھ ایک شوکت رکھتا ہے آئندہ زمانوں میں جب لوگوں کو یہ معلوم ہوتا رہیگا۔ کہ اس کلام کی نقل لانے پر دس ہزار روپیہ کا انعام مقرر تھا۔ اور کوئی شخص اس کے مقابل نہ آیا تھا۔ تاکہ اسکی نظیر لائے۔ تو کس قدر آئندہ نسلوں پر اسکی عظمت ظاہر ہوگی۔ چونکہ اسمیں اُن تمام واقعات کا ذکر ہے۔ جو موضع مدھ میں مباحثہ کے دوران میں پیش آئے جس سے اسکی تصنیف کے زمانہ کا بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ اسلئے جو لوگ اسے پڑھینگے۔ انہیں دو باتوں میں سے ایک کا ضرور اعتراف کرنا پڑیگا۔ یا تو اسے معجزہ اور خارق عادت امر تسلیم کریں۔ اور قبل از وقت لکھا ہوا مانیں۔ مؤخر الذکر صورت میں مجھے عالم الغیب ماننا پڑیگا۔ کہ میں واقعات پیش آمدہ کو بہت عرصہ پہلے سے ہی جانتا تھا۔ اسکے بعد نماز ظہر ادا فرما کر اندر تشریف لیگئے

عصر کی نماز بھی حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی لیکن بعد از نماز فوراً اندر تشریف لے گئے۔

مغرب کی نماز سے پیشتر ہی میر ناصر نواب صاحب نے امرتسر سے واپسی پر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ انہیں حافظ محمد یوسف صاحب ملے تھے۔ جن سے گفتگو ہوتی رہی۔ اور آخر کار وہ نیش زنی پر اُتر آئے میں نے انہیں جواب دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ اگر وہ کاذب ہیں۔ تو ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی سے بھی بدتر ہیں۔ کاذب کی حقیقت ہی کیا ہوتی ہے۔ اسکے بعد نماز شام ادا فرمائی۔ بعد نماز مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے ایک شخص کا اعتراض پیش کیا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ جب اس کے معنے ریویو آف ریلیجنز میں حق و باطل میں تمیز کرنیوالا کئے گئے ہیں۔ تو ان معنوں کا مفہوم لفظ احمد سے جسکی پیشگوئی مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہٗ احمد میں ہے کیسے نکلتا ہے۔ پھر احمد کی پیشگوئی کتب سابقہ میں کس جگہ موجود ہے؟ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ہمارے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم موجودہ کتب اناجیل وغیرہ سے وہ صحیح الفاظ پیشگوئی کے نکال کر دکھائیں۔ ایسی صورت میں کہ قرآن کریم نے انہیں محرف و مبدل قرار دیا ہے۔ پھر وہ اپنی اصلی زبان میں بھی موجود نہیں۔ جس میں ان کا نزول سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے خود فارقلیط کا لفظ بھی محرف ہوا۔ ممکن ہے۔ اسکی بجائے کوئی ایسا لفظ ہو۔ جس کے معنے احمد کے ہوں۔ لسان العرب میں لکھا ہے۔ کہ فارقلیط کا لفظ دو الفاظ فارق اور لیط سے مرکب ہے۔ فارق کے معنے فرق کرنے والا۔ اور لیط کے معنے شیطان یعنی شیطان کو الگ کر دینے والا۔ حضرت نبی کریمؐ کا اسم مبارک فارقلیط بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ صاحب فرقان تھے یعنی حق و باطل میں فرق کر دینے والے۔ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ میں شیطان کا لفظ موجود ہے۔ جو لیط کا ترجمہ ہے اس طرح سے آپؐ صحیح معنوں میں فارقلیط بھی ہوئے۔ اور احمد کے معنے بہت تعریف کرنے والے ہیں۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اور کون شخص خدا کی تعریف کرنے والا ہوگا۔ جنہوں نے توحید کے ذریعہ سے دنیا کی ہر قسم کی شیطنت کو دور کر دیا۔ اس لئے فارقلیط بننے کے لئے اَحْمَدْ ہونا ضروری ہوا۔ یعنی

دنیا سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے والا۔ گویا دوسرے الفاظ میں فارقلیط کا منشاء احمد کے الفاظ میں موجود ہے۔"

اسکے بعد ایک ہندو نوجوان بنام وی بُر ہیپا جو مقام رائے ڈروگ ضلع بلہاری صوبہ مدراس سے آئے تھے۔ آپ کا یہاں اتنے فاصلہ پر آنا سید مظہر علی صاحب سب جسٹرار رائے ڈروگ کی تحریک سے تھا۔ جو سلسلہ احمدیہ میں داخل اور ریویو آف ریلیجنز کے خریدار تھے۔ چونکہ یہ ہندو نوجوان انگریزی اور اردو سے ناواقف تھے اسلئے سید صاحب ان کو رسالہ کے مضامین کے تراجم انکی مادری زبان میں کرکے سناتے رہتے تھے جسکی وجہ سے انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شوق ہوا۔ گو قوم کے لحاظ سے یہ ہندو تھے۔ لیکن توحید کے قائل اور غیر خدا کی پرستش کو گناہ سمجھتے تھے۔ اپنے علاقہ سے پہلے مدراس گئے وہاں سے بمبئی۔ دہلی۔ انبالہ۔ فیروزپور۔ لاہور۔ اور امرتسر سے ہوتے ہوئے ۱۱ر نومبر کو قادیان پہنچے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان سے اردو زبان میں دریافت فرمایا کہ:۔

آپ کے شہر میں کرشن۔ رام چندر اور پتھر کے بتوں وغیرہ کی بھی پرستش ہوتی ہے؟

لالہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہاں لوگ کرتے ہیں لیکن میں نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ انکا اتنی دور سے آنا بھی یأتیک من کل فج عمیق کا مصداق ہے۔ اگر ایسے نشانات کو ہم جمع کریں۔ تو دس ہزار سے بھی زیادہ نکلتے ہیں۔ اور ان کا گواہ بھی مولوی محمد حسین کافی ہے۔

ماسٹر عبدالرحمن صاحب نومسلم تھرڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ ایک شخص نے آتھم کی پیشگوئی کے بارے میں مجھ پر اعتراض کیا تھا۔ جس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے ایک عجیب نکتہ میرے دلیں ڈالا۔ اور وہ یہ کہ آتھم کی پیشگوئی کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اسے عمر رسیدہ سمجھکر مرزا صاحب نے اٹکل بازی سے اسکی موت کی پیشگوئی کردی جو کمال نادانی پر مبنی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے دو پیشگوئیاں دو اشخاص کی موت کے بارے میں کیں اول آتھم کے متعلق جو سال خوردہ تھا۔ اگر وہ اٹکل بازی پر مبنی تھی۔ تو اسمیں رجوع کی شرط کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ جس شخص کی زندگی کی امید منقطع ہے۔ اسے عمر درازی کا ایک اور موقعہ کیوں دیا جاتا ہے۔ دوسری پیشگوئی لیکھرام کے بارے میں تھی۔ جو خوب طاقتور

جوان تھا۔ کہ وہ ضرور مریگا۔ اور اسکے ساتھ اسکی موت کا دن اور وقت وغیرہ بھی مفصل طور پر بتلا دیا گیا تھا۔ اگر یہ پیشگوئیاں اٹکل پر مبنی تھیں۔ تو رجوع کی شرط کا مستحق لیکھرام تھا۔ نہ کہ آتھم۔ کیونکہ ایک شخص کی جوانی اور کم سنی کو دیکھکر ایک اٹکل باز انسان تو ایسے شخص کے لئے شرطیہ موت کی پیشگوئی کریگا۔ اور تمام ایسے پہلو مدنظر رکھ لیگا۔ کہ اگر وہ نہ مرے تو اسکے لئے عذر کی گنجائش رہے۔ لیکن اسکے خلاف ایک سالخوردہ شخص کے بارے میں تو شرطیہ پیشگوئی کرنا اور ایک جوان کے بارے میں قطعی اور یقینی پیشگوئی کرنا اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ یہ پیشگوئیاں اٹکل بازی سے نہیں کی گئیں۔ کیونکہ اگر یہ اٹکل بازی کا کام ہوتا تو رجوع کا مستحق لیکھرام تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس نکتہ کو پسند فرمایا۔ اور پھر فرمایا کہ:۔

اسکے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھو۔ کہ میں نے اسیوقت مباحثہ کی مجلس میں سنا دیا تھا۔ کہ اس مباحثہ اور پیشگوئی کی بنیاد یہ ہے۔ کہ آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دجال رکھا۔ اس پر آتھم نے معاً توبہ کرکے کانوں پر ہاتھ رکھے اور کہا۔ کہ مرزا صاحب مجھے ناحق مارتے ہیں میں نے تو دجال نہیں کہا۔ کیا اس کا یہ عمل رجوع تھا یا نہیں؟ (مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے شہادت دی۔ کہ انہیں آتھم کے یہ الفاظ خوب یاد ہیں)

اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے مسٹر پگٹ مدعی مسیحیہ کلکتہ لندن کی خط وکتابت حضرت اقدس کے روبرو سنائی۔ مفتی صاحب نے اسے اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے بارے میں لکھا تھا۔ اور اسکے اپنے دعاوی کے حالات دریافت کئے تھے۔ جسکے جواب میں مسٹر پگٹ کے سکرٹری نے دو اشتہار انگریزی بعنوان کشتی نوح اور ایک خط بھیجا تھا۔ مفتی صاحب نے ان کے تراجم حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں سنائے۔ ان میں ابھی تثلیث کے مسئلہ کی طرح گورکھ دھندے والی باتیں درج تھیں کہ جن کو کوئی سمجھ نہ سکے ان کو سنکر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اب ہماری سچی کشتی نوح اس جھوٹی کشتی پر غالب آئیگی۔ یورپ والے کہا کرتے ہیں۔ کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں۔ سو ان کے خیال کے مطابق جھوٹا مسیح تو لندن میں آگیا۔ اب ایسے جھوٹے لوگوں کے بعد ہمارا سچا پیغام وہاں پہنچیگا احادیث میں جو آیا ہے۔

کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعوے کریگا۔ ان جھوٹے مدعیوں نے جو امریکہ اور انگلستان میں نبوت اور خدائی کے دعوے کر رہے ہیں۔ ان احادیث کی سچائی پر مہر لگادی۔ البدر جلد اول

۱۲ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہارشنبہ۔ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور بوجہ مصروفیت سیر کے لئے تشریف نہ لے گئے کثرت کار کی وجہ سے آج بھی ظہر و عصر کی نمازیں جمع کی گئیں اور حضرت اقدسؑ جلد اندر تشریف لے گئے۔

مغرب کی نماز باجماعت ادا کر چکنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما ہوئے۔ تو مفتی محمد صادق صاحب نے لاہور کے ایک انگریزی رسالہ کے حوالہ سے یہ خبر سنائی کہ ان ایام میں دنیا کے مختلف حصص پر کثرت زلازل آ رہے ہیں۔ اور زمین سے آتشی مادے نکل رہے ہیں۔ اور زمین اونچی ہوتی جارہی ہے۔ فرانس کے محققین کے نزدیک شروع دنیا سے آجتک ایسے تغیرات عظیمہ کی تاریخ خبر نہیں دیتی۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یوں تو زمین سے ہمیشہ کانیں نکلتی رہتی ہیں۔ اور آتش فشاں پہاڑ پھٹتے رہتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں خصوصیت سے ان زلازل کا آنا۔ اور زمین کا ابھر جانا آخری زمانہ کی علامات میں سے ہے۔ اور **اخرجت الارض اثقالھا** کی طرف اشارہ ہے زمانہ بتلا رہا ہے۔ کہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زمین پر خاص تصرفات کرنا چاہتا ہے۔

پھر مولوی حکیم نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ اس زمانہ میں لوہا زمین سے اس قدر نکلا ہے۔ کہ اگر اسے ایک جگہ جمع کیا جائے۔ تو ہمالہ پہاڑ کے برابر اونچا ڈھیر ہو جائے لوہے کی کانوں کی آجتک تہ نہیں ملی۔ کہ زمین کے اندر کہاں تک گہرائی میں ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے بھی سونا اور چاندی چھوڑ کر قرآن میں **انا انزلنا الحدید** فرمایا۔ یعنی نوع انسان کے لئے یہ مفید ترین چیز ہے۔

قرآن شریف کے اعجاز پر فرمایا کہ ہمیشہ صفحہ روزگار پر بطور ابدی نشان جیسا قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ ویسا دیگر انبیاء کے معجزوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ اور یہی ایک

ختم نبوت کا نشان تھا۔ اتنا عرصہ گذر جانے کے باوجود اب بھی جو شخص قرآن شریف پر نظر کریگا۔ اسکا معجزانہ کلام ویسے کا ویسا ہی موجود ہے۔ عصائے موسیٰ بھی اگر دائمی معجزہ ہوتا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ آجتک کسی صندوق میں محفوظ ہوتا۔ اور یہود لوگ اسکی زیارت کرواتے اور کہتے کہ یہ عصائے موسیٰ ہے جو سانپ بنجایا کرتا تھا۔ اور اب بھی سانپ بنجاتا ہے۔ لیکن اب اسکا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ اسی طرح حضرت مسیح کے مریضوں کی صحت کا حال ہے۔ اب تو عیسائی لوگ پچھتاتے ہونگے۔ اور کہتے ہونگے۔ کہ کاش اُن کا خداوند یسوع کوئی کتاب ہی بناکر چھوڑ جاتا۔ جسکے معجزانہ اثر سے مریض لوگ ہر زمانہ میں شفا پاتے رہتے۔ لیکن گذشتہ انبیاء کے معجزات محض فسانہ ہی کے طور پر رہ گئے ہیں۔ یہ خاصہ صرف قرآن شریف کا ہی ہے۔ کہ حضرت نبی کریمؐ کا یہ معجزہ ہر زمانہ میں اپنا اثر دکھاتا رہا۔ اور دکھاتا رہیگا۔ دوسرے کسی نبی کو ایسا معجزہ نہیں ملا۔

اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے مسٹر ڈوئی امریکن کا اخبار سنایا۔ بعد ازاں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی نظم وارث شاہ کی ہیر کے وزن پر سنائی۔ جس پر حضرت صاحب نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اسکے بعد لالہ بڈھا پا کا جو مدراس سے آئے ہوئے تھے۔ احباب سے ذکر ہوتا رہا۔ کہ کیسا مخلص اور باہمت شخص ہے۔ کہ اتنی دور دراز مسافت طے کرکے محض زیارت کے لئے یہاں آیا ہے۔ حالانکہ نہ یہ ہماری زبان سمجھ سکتا ہے۔ اور نہ ہی انگریزی زبان سے واقف ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کی نیت پر ثواب دیتا ہے۔ اسکے بعد نماز عشا باجماعت ادا فرماکر آپ اندر تشریف لے گئے۔

۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی نماز باجماعت ادا فرماکر حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لے گئے۔ کیونکہ کثرت کار کے باعث آج سیر پر جانے کی فرصت نہ تھی۔ اسی وجہ سے ظہر وعصر کی نمازیں بھی جمع کرکے ادا کی گئیں۔ بعد نماز مغرب آپ کے سامنے ذکر چل پڑا۔ کہ نئی روشنی کے بعض تعلیم یافتہ نوجوان خدا و رسول کے احکامات کو بھی جواب دے بیٹھتے ہیں۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ:۔

وہ خدا جسمیں دین و دنیا کی سب راحتیں مخفی ہیں۔ وہ ایسے لوگوں سے دور ہوگیا ہے

اتنی دور کہ گویا یہ اس سے کروڑہا کوس دور جا پڑے ہیں۔ ان حالات میں ان کا خدا سے کیا تعلق رہ سکتا ہے اور وہ کیسے اسکے فضلوں کے وارث بن سکتے ہیں۔ جن نام نہاد یورپ کے مہذب لوگوں کی یہ لوگ پیروی کرتے ہیں۔ وہی دراصل ان کے معبود بنے ہوئے ہیں۔ حُب دنیا اور حُب جاہ نے انکو بالکل اندھا کر دیا ہوا ہے۔

ایک دوست نے ذکر کیا۔ کہ کلکتہ کے عیسائی اخبار امپیے فینی میں علی گڑھ کی ایک طالب علم کیطرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جسمیں اسنے لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ بھی گناہ سے خالی نہ تھے۔ اگرچہ دیگر انبیاء سے آپ بزرگتر تھے۔ کیونکہ ان کے گناہ آپ سے زیادہ تھے اسپر آپ نے فرمایا کہ:۔

دراصل یہ لوگ مذہب سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اور ایسے مضمون لکھتے وقت خدا کا خوف بھی نہیں کرتے۔ اگر ان کو ڈر ہوتا ہے۔ تو اپنے کنبہ کا۔

اعجاز احمدی کی تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

حضرت نبی کریمؐ کے دینی و دنیوی مشاغل پر نظر کرنے سے حیرانگی ہوتی ہے۔ کہ آپ کی زندگی کیسی مصروفیت کی زندگی تھی۔ اہل دنیا کی اور اہل اللہ کی زندگی میں بڑا بھاری فرق ہوتا ہے۔ اہل اللہ کی زندگی یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا کا مصداق ہوتی ہے اس کے خلاف اہل دنیا راتدن دنیا کیلئے ہی مرتے رہتے ہیں اسلام کی حقیقی زندگی کا نمونہ اسی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ جسے اگر آجکل کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو وہ اسپر مذاق کرتے ہیں۔ اسوقت خدا تعالیٰ باوجود اقرب ہونے کے دنیا کی نظروں سے مخفی ہو گیا ہے۔ اسی لئے وہ چاہتا ہے۔ کہ وہ اب شناخت کیا جائے۔ اور وہ ضرور شناخت کیا جائیگا

اڈیٹر اخبار الحکم نے بیان کیا۔ کہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ نے وہابی کے لفظ پر مولوی محمد حسین بٹالوی کے برخلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ اسپر آپؑ نے ان وہابیوں کے خشک اخلاق و آداب کے متعلق اپنا ایک واقعہ سنایا۔ کہ جب آپ ایک بار امرتسر تشریف لے گئے تھے۔ تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپکو چائے پینے کیلئے دعوت دی۔ چونکہ بچپن سے آپکے دہنے ہاتھ کو چوٹ آئی ہوئی تھی۔ اور ہاتھ کی ہڈی صدمہ یافتہ تھی۔ اس لئے آپ بوجھل چیز دہنے ہاتھ سے پکڑ نہ سکتے تھے۔ آپنے چائے کی پیالی بائیں

ہاتھ سے پکڑ لی۔ بس اتنی سی بات پر غزنوی صاحبان آگ بگولہ ہو گئے۔ اور فوراً اعتراض کر دیا۔ کہ یہ امر خلاف سنت ہے۔ حالانکہ آداب مجلس یہ چاہتا تھا۔ کہ وہ مجھ سے اسکی وجہ دریافت کرتے۔ لیکن اسطرف تو انہوں نے خیال نہ کیا۔ اور جھٹ اعتراض جڑ دیا۔ مینے انہیں سمجھایا۔ کہ آداب مجلس بھی تو سنت ہے۔ پھر مینے اصل وجہ بتا دی۔ جس پر انہیں خاموش ہونا پڑا اسکے بعد ان لوگوں نے دوسرا اعتراض مجھ پر یہ کر دیا۔ کہ مینے اپنی تصانیف میں حضرت نبی کریمؐ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ جو بدعت ہے۔ کیونکہ وہ آپؐ کا درجہ اسی قدر مانتے ہیں۔ جس قدر حدیث سے ثابت ہے۔ یعنی آپ کو یونسؑ بن متی پر بھی ترجیح نہیں دیتے۔ آپ نے انہیں جواب دیا۔ کہ:۔

قرآن کریم حضرت نبی کریم کے محامد سے بھرا پڑا ہے جسمیں آپ کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ فرمایا گیا۔ اور سب انبیاء سے افضل ٹھیرایا گیا ہے۔ روحانی ترقیات کا سلسلہ آنحضرتؐ پر آکر ختم ہو گیا۔ اسی لئے آپ خاتم النبیین ٹھیرے۔ جسمانی ترقیات بھی حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں بدرجہ اکمل ہوئی ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ جب یہ لوگ آپ کو حضرت یونسؑ سے بھی افضل نہیں مانتے۔ تو پھر حضرت نبی کریمؐ سے سچی محبت کیسی کر سکتے اور اس سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ میرا دل کبھی ان لوگوں سے راضی نہیں ہوا۔ اور ان سے ہمیشہ الگ ہی رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے ان سے بدبو آتی ہے۔ کہ ان میں روحانیت کا نام و نشان تک نہیں محض چھلکا ہی ہے۔ مغز کا نام نہیں۔ مینے کبھی وہابی کہلانا پسند نہیں کیا۔ اور میرا نام کسی کتاب میں وہابی نہ نکلیگا۔ ان کی مجالس میں ہمیشہ لفاظی کی بُو آتی ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے۔ کہ اہل کشف محدثین کے طریق تنقید احادیث کے پابند نہیں ہوتے۔ وہ صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف حدیث کو صحیح قرار دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ کشفی حالت میں براہ راست حضرت نبی کریمؐ سے اُسکی تصدیق کروا لیتے ہیں۔ لیکن باوجود اسکے میں اپنے کشوف و الہامات پر بھروسہ نہیں کرتا جبتک کہ ان کو قرآن۔ صحیح حدیث و سنت کے مطابق نہ پاؤں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ جب مولوی عبداللہ صاحب غزنوی احادیث میں اسطرح اپنے کشوف کے ذریعہ سے دخل دے سکتے ہیں۔ تو وہ امر مسیح موعودؑ کے لئے جو

حکم ہو کر آیا ہے۔ کیوں جائز نہیں۔ اسنے کیا گناہ کیا ہے۔ اسے کیوں ہر رطب و یابس حدیث و روایت کے ماننے پر مجبور کیا جائے۔ اخبار شحنہ ہند میرٹھ نے جو مخالفت مولوی محمد حسین بٹالوی کی کی ہے۔ وہ نفسانی اغراض پر مبنی ہے۔ جو لوگ اپنی اپنی نفسانی اغراض کے پرستاری ہوتے ہیں۔ ان میں مخلصانہ دوستی کبھی نہیں ہوتی۔ اور اگر چند روزہ دوستی ہو بھی جائے۔ تو بہت جلد ٹوٹ جاتی ہے۔ جو دوستی خدا کے لئے ہوتی ہے وہ ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دوستوں کے دل پاکیزگی سے بھر دیتا ہے۔ اور ان کے سینوں کو کدورتوں سے صاف کر دیتا ہے۔

شیخ فضل حق صاحب نو مسلم پشاور سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپکے سامنے اپنی مشکلات کا ذکر کیا۔ جسپر آپنے فرمایا۔ کہ جو شخص مسلمان ہوتا ہے۔ اوائل میں اسے بڑی بڑی مشکلات سے گذرنا پڑتا ہے۔ جسپر اسے صبر کرنا لازمی ہوتا ہے۔ صحابہؓ کے حالات کو پڑھکر دیکھ لو۔ کہ بعض وقت ان کو کھانے کے لئے روٹی تک میسر نہ آتی تھی۔ اور وہ پتے کھا کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ ان کے جنازوں کے لئے پورے کفن بھی بعض دفعہ میسر نہ ہوتے تھے۔ کچھ حصہ کپڑے سے اور کچھ گھاس سے ڈھانپ کر دفن کر دیا جاتا تھا۔ کوئی انسان دوسرے انسان کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتا۔ جبتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی بھلائی نہ چاہے۔ انسان کو تقویٰ اختیار کرنے چاہئے۔ جب وہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے آسانی کے سب دروازے کھول دیتا ہے۔ مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ۔ اور زید۔ عمرو بکر کی طرف مت جھکو۔ پھر استقامت اختیار کرو۔ کیونکہ انبیاء کو جس قدر درجات ملے ہیں۔ وہ استقامت کی بدولت ہی ملے ہیں۔ جس شخص میں استقامت نہیں اسکی ذرہ بھر بھی قیمت نہیں۔ محض خشک نمازوں اور روزوں سے کیا ہو سکتا ہے۔

اسکے بعد تین دوستوں نے بیعت کی بعد بیعت حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

جو بیعت کی ہے۔ اُسپر آخر دم تک قائم رہو۔ تب ہی خدا راضی ہوتا ہے۔ جہانتک ممکن ہو۔ اخلاص اور تقویٰ کی طرف قدم مارو۔

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ:۔

ہم کسی کے اعمال کے ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ جو شخص تقویٰ

اختیار کریگا وہ نجات پائیگا۔ اس لئے ہماری جماعت کو چاہئے۔ کہ تقویٰ اختیار کرے وہ مطعون تو پہلے ہو چکی ہے۔ اور مخالفین کے طعن و تشنیع کا نشانہ بن رہی ہے۔ اگر وہ خدا کا دامن بھی چھوڑ دے۔ تو کہیں کی بھی نہ رہی۔ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں بھی مساکین لوگ جنکے لئے سعادت مقدر تھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ اور شریر لوگ ہمیشہ مخالفت پر آمادہ رہتے تھے۔

احمد بیگ والی پیشگوئی کا ذکر ہوا۔ تو آپنے فرمایا کہ:۔

پیشگوئی کے متعلقہ لوگوں میں سے اگر ایک پر بھی موت وارد ہو جائے۔ تو باقی لوگوں پر فطرۃً خوف طاری ہو جاتا ہے۔ جب احمد بیگ پیشگوئی کے مطابق مر گیا۔ تو اسکے متعلقین پر خوف طاری ہونا فطرتی امر تھا۔ جسکے لئے خدا نے انہیں بچا لیا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب کی معرفت ایک شخص نے عرض کی۔ کہ اگر بعض واقعات حقہ کو ناول کے پیرایہ میں بیان کیا جائے۔ تو یہ امر معیوب تو نہیں آپنے فرمایا کہ اسمیں معصیت نہیں ہے مطالب کو سمجھانے کے لئے ہمیشہ زید عمرو بکر کا ذکر فرضی طور پر کر لیا جاتا ہے۔ خود تعزیرات ہند میں فرضی مثالیں موجود ہیں۔

بعد نماز عشاء آپ اندر تشریف لے گئے۔ (الحکم جلد ۶ ص۱۱ البدر جلد ۱ ص۷)

۱۴ر نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ صبح کی نماز حضرت اقدسؑ نے مسجد میں باجماعت ادا فرمائی۔

نماز جمعہ مسجد اقصےٰ میں ادا کی گئی۔ اور بعد نماز جمعہ حضرت مسیح موعودؑ نے علی گوہر خاں مرحوم کا جنازہ پڑھا۔ عصر کی نماز بھی آپنے مسجد میں باجماعت ادا فرمائی۔

چونکہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی طبیعت علیل تھی اس لئے نماز مغرب و عشاء حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے پڑھائیں۔ بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما ہوئے۔ تو مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنے وطن جانے کیلئے اجازت طلب کی اور مختلف گاؤں میں پھر کر پنجابی نظم کے ذریعہ تبلیغ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

یہ بہت عمدہ کام ہے۔ اور اس زمانہ کا یہی جہاد ہے۔ جو لوگ پنجابی زبان سمجھتے ہیں۔ آپ ان کے لئے بہت مفید کام کرتے ہیں۔" اسکے بعد مولوی صاحب اپنی پنجابی

نظم احمدی کا من سناتے رہے۔ نظم کے ختم ہو جانے کے بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب نے لالہ بڈھا مل صاحب مدراسی کی طرف سے یہ عرض کی۔ کہ اسلام کے سوائے دیگر مذاہب کے پیرؤں میں جو لوگ نیکی کے کام کرتے ہیں۔ کیا ان کو نجات ملیگی یا نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

نجات انسان کی اپنی کوشش سے نہیں ملتی۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ اور اس فضل کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بنایا ہوا ہے۔ جیسا کہ اور دوسری باتوں کیلئے قوانین مقرر ہیں۔ اور وہ قانون اسلام ہے یا دوسرے الفاظ میں حضرت نبی کریمؐ کی سچی اتباع۔ جیسا کہ فرمایا۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ دوسری جگہ فرمایا۔ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ پس اسلام ہی میں نجات ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے مل سکتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نجات ایسی چیز نہیں ہے جو مرنے کے بعد ہی ملتی ہو۔ بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے۔ کہ نجات اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے۔ انقطاع الی اللہ اور اسکے برکات و ثمرات اسی دنیا میں شروع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے پیرو اس سے بے نصیب ہیں۔ اور اگر یہاں یہ اعتراض ہو۔ کہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں بھی نجات کے نشانات نہیں پائے جاتے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ صحیح ہے لیکن یہ مسلمانوں کی اپنی بدقسمتی ہے۔ کہ انہوں نے اسطرف سے توجہ ہٹا لی ہے۔ ان کی حالت اس مریض کیطرح ہے۔ جس کے پاس دوا تو موجود ہو۔ لیکن وہ اسکا استعمال نہ کرے۔ اسی طرح مسلمانوں کے پاس نجات کا ذریعہ قرآن کریم تو موجود ہے۔ لیکن جب انہوں نے اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ تو انمیں نجات یافتگان کے نشانات کیسے پیدا ہوں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بے عمل مسلمان برائے نام مسلمان ہیں ان میں حقیقت اسلام کہاں پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم کے رو سے حقیقی مومن تو وہی ہے۔ جو صوری اور معنوی طور پر قرآن کریم سے اعتراض نہیں کرتا۔ بلکہ اسپر تدبر کر کے عمل کرتا ہے۔ وہ یقیناً خدا تعالیٰ کے فضل سے نجات پالیتا ہے۔ قرآن شریف میں حکم ہے۔ کہ کونوا مع الصادقین ۔ صادقین کی صحبت سے وہ تاثیرات اور انوار دل پر پڑتے ہیں۔ جو پاکیزگی بخش

اور نجات کے چشمہ تک پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ ابتدائے دنیا سے یہی قاعدہ چلا آیا ہے۔ کہ صادقوں کی کشش اپنا اثر کرتی ہے۔ حضرت نبی کریم تشریف لائے تو آپ کی صحبت سے صحابہ نے برکات وانوار سے حصہ لیا۔ اسی طرح یہ برکات بڑھتے بڑھتے لاکھوں انسانوں تک پہنچ گئے اسی طرح اب بھی ان برکات وانوار کا سلسلہ موجود ہے۔ جو فضل کے حصول یعنی نجات کا ذریعہ ہے۔ پس اس قانون قدرت سے باہر جانیوالے اور اسکو چھوڑنے والے کیسے ان برکات سے حصہ لے سکتے ہیں جہاں تک غور وفکر سے کام لیا جائے۔ یہ امر ثابت ہوجائیگا۔ کہ سوائے اسلام کے دیگر مذاہب میں رکھا ہی کیا ہے۔

ہندوؤں نے پینتیس کروڑ دیوی دیوتاؤں کو خدا بنایا ہوا ہے۔ یہی حال جینیوں اور دیگر مذاہب کا ہے۔ عیسائیوں نے ابن آدم کو خدا بنا رکھا ہے۔ غرض دوسرے مذاہب میں کسی نہ کسی نوع سے غیر اللہ کی پرستش جاری ہے۔ خدا تعالیٰ . . . کو چھوڑ کر نجات کا سرچشمہ ہے۔ غیر اللہ کی پرستش کر کے کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اسکی نجات ہوجائیگی۔ ایک امر محال اور بڑا بھاری شرک ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اے لوگو تم سب اندھے ہو۔ مگر جسے میں آنکھیں دوں۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے وہ کبھی ہدایت نہیں پاسکتا۔

جو شخص اپنی عقل ودانش پر بھروسہ کر کے نجات حاصل کرنے کا دعوےٰ کرے وہ مشرک ہے۔ نجات کی کنجی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جس کے لئے چاہے دروازہ کھولدے قرآن کریم میں باریک ہدایات موجود ہیں۔ جو کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں۔ لیکن ان سے فائدہ وہی شخص اٹھاسکتا ہے۔ جو صادقین کی صحبت میں بیٹھکر مدارج تقویٰ کو طے کرے۔ اسکی مثال ایسی ہے۔ جیساکہ ایک باغ ہو اور اسمیں مختلف قسم کے درخت پھل اور میووں سے لدے ہوئے موجود ہوں۔ اُن سے فائدہ وہی شخص اٹھاسکتا ہے۔ جو مالک یا باغبان سے اجازت حاصل کرے۔ ورنہ بلا اجازت ان کو ہاتھ لگانے والا چور قرار دیا جائیگا۔ اسی طرح بازار میں دکانوں پر مختلف قسم کی اشیاء موجود ہوتی ہیں۔ ان سے بھی وہی شخص فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ جو دکاندار سے اجازت حاصل کرے اسی طرح اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے حصول کی بھی راہیں ہیں۔ اور کوئی شخص ان کو

پا نہیں سکتا۔ جبتک کہ اسکا فضل شامل حال نہ ہو۔ اور یہ فضل خدا تعالیٰ کی سچی معرفت اور اس سے محبت کرنے سے ملتا ہے۔ جو دیگر مذاہب میں مفقود ہے۔ جب ایک انسان خلوص دل سے اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکی معرفت کو بڑھانے کیلئے اپنے فضل سے نشان ظاہر کرتا ہے۔

دوسرا سوال لالہ بڈھا پا صاحب کی طرف سے یہ کیا گیا۔ کہ معجزات کی قسم کے بعض امور دوسرے لوگ بھی دکھاتے ہیں۔ پھر انبیاء کے معجزات میں اور ان میں کیا مابہ الامتیاز ہے۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ :۔

میں گذشتہ قصوں کو سننا نہیں چاہتا۔ کہ فلان نے یہ کیا اور فلان نے وہ۔ اور فرانس میں کسی شخص نے عجائب عجائب باتیں دکھائیں۔ یہ باتیں چنداں قابل التفات اور کافی نہیں انسان کا سب سے افضل معجزہ یہ ہے۔ کہ وہ پاک دل ہو۔ جس شخص کا دل ہی ہزارہا قسم کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے پُر ہو وہ کیا معجزہ دکھا سکتا ہے۔ انسان کامل کا دل خدا سے ڈرنے والا ہو۔ وہ متقی اور دیانتدار ہو۔ اور غلاظتوں سے پاک و صاف ہو۔ اگر یہ باتیں اسمیں نہیں۔ تو محض تماشہ کرنے والے تو بڑے بڑے ہتھکنڈے کرتے رہتے ہیں۔ جالندھر میں ایک شخص نے شعبدے دکھائے۔ اور کہا کہ وہ مولویوں سے ان کے بارہ میں کرامات کا فتویٰ لے سکتا ہے۔ حالانکہ اسے انکی حقیقت بخوبی معلوم تھی۔ بعدازاں یہ شخص ہمارے سلسلہ میں داخل ہوگیا۔ اور بیعت کرلی۔ اور ان امور سے توبہ کی جن ممالک میں اس قسم کے شعبدے کئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر معجزات دکھانے والے متقی لوگ ہوتے۔ تو ان ممالک میں اتنا فسق و فجور کیوں ترقی کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نشانات اپنے بندوں کو ملتے ہیں۔ وہ انسانوں کے دلوں پر ایک پاک اثر ڈالتے ہیں جن سے خدا کی ہستی پر یقین بڑھتا ہے۔ اور گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ شعبدہ بازوں کا خداشناسی اور معرفت الٰہی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ اپنے اندر نہ دوسروں کے اندر پاک تبدیلی پیدا کرسکتے ہیں۔ اسلئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے

عشاء کی نماز ادا فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے (الحکم جلد ۶ ص۱۱ البدر جلد ۱ ص۷)

۱۵ر نومبر ۱۹۰۲ء } بروز ہفتہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور بوجہ مصروفیت کتاب اعجاز احمدی سیر ملتوی رہی

ظہر کی نماز باجماعت ادا فرما کر آپ ان تائیدات آلہیہ کا ذکر فرماتے رہے۔ جوان ایام میں آپ کے شامل حال ہو رہی ہیں۔ اور ان اسباب کا ذکر فرمایا۔ جو آپ کے مخالفوں کو سرنگون کرتے جا رہے ہیں۔ اعجاز احمدی کو آپنے ۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو شروع کیا اور ۱۵ نومبر تک یہ چھپکر دشمنوں کے گروہوں پر بطور ایک حملہ آور کے جا پڑی۔ عصر کی نماز آپنے باجماعت ادا فرمائی۔ مغرب کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد آپکے سامنے بعض مریضوں کا ذکر حضرت مولنا حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا۔ جنکو فوری تیز جلابوں سے بہت فائدہ پہنچا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے بھی اسکی تائید میں فرمایا کہ :—

جب بمبئی میں کثرت سے طاعون پھیلی تو وہاں سے زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینر نے مجھے لکھا تھا۔ کہ ۵ یا ۶ تولہ کے قریب مگنیشیا سالٹ طاعون کے مریض کو آثار مرض ظاہر ہوتے ہی دیا گیا۔ اس سے مریض کو بہت فائدہ پہنچا اور اسے ضرور آرام ہو گیا۔ یہ علاج نہایت مفید اور مجرب ثابت ہوا ہے۔

اسکے بعد حضرت اقدسؑ کے ارشاد کے مطابق شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر الحکم نے کتاب اعجاز احمدی کا اردو حصہ بلند آواز سے پڑھکر احباب کے سامنے سنایا۔ جسکے بعد نماز عشاء باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ (البدر جلد ۱ ۱۰)

۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز اتوار صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت مسجد میں ادا فرمائی لیکن بباعث کثرت کار سیر کے لئے تشریف نہ لے گئے۔ اور مولوی سید سرور شاہ صاحب و شیخ یعقوب علی صاحب اعجاز احمدی کے نسخے لیکر امرتسر تقسیم کی غرض سے گئے۔ اور ظہر کے وقت باہر تشریف لائے تو مولوی محمد احسن صاحب امروہوی نے جو کتاب اعجاز احمدی دیکھ رہے تھے۔ عرض کی کہ رات کو لکھائی و چھپوائی ہونے کے باعث کتاب میں نقاط وغیرہ کی سہو کاتب سے اغلاط رہ گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ

ایسی اغلاط معمولی بات ہے چونکہ عربی عبارت کا اردو ترجمہ دیا ہوا ہے۔ اس لئے عربی میں اگر کوئی ایسی غلطی ہو۔ تو ترجمہ اسکی صحت کر دیتا ہے۔ اور اگر ترجمہ میں سہو کاتب ہو۔ تو اصل عربی عبارت صحت کر دیگی۔ جلدی میں ایسی اغلاط کا رہجانا معمولی بات ہے۔ اسکے بعد نماز ظہر باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔

عصر کی نماز بھی آپنے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائی۔ شام کی نماز ادا کر چکنے کے بعد اعجاز احمدی کے اثرات کا ذکر مختلف احباب آپکے سامنے کرتے رہے۔ اسکے بعد محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنا پنجابی کا من سنایا۔ اور پھر سید عبداللہ صاحب عرب نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اسکے اطراف میں درد ہوتا رہتا ہے۔ طاعون کا خطرہ ہے اگر آپؑ اپنے پہننے کی قمیص عطا فرماویں۔ تو وہ اُسے پہنے رہے۔ تاکہ اسکی برکت سے اس بلا سے محفوظ رہے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔ کہ

قمیص تو ہم دیدینگے۔ لیکن سچی بات یہ ہے۔ کہ جبتک اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی قمیص انسان نہ پہنے۔ کوئی دوسری چیز حفاظت نہیں کر سکتی۔ دیکھو۔ میں جانتا ہوں۔ کہ گو اللہ تعالیٰ نے بار بار وعدہ فرمایا ہے۔ کہ وہ میری اور میری جماعت کی اس ذلت کی موت سے محافظت فرمائیگا۔ لیکن اس حفاظت کے وعدہ کے ساتھ تقوی کی شرط ہے۔ محض رسمی طور پر مسلمان کہلانا یا رسمی طور پر بیعت کر لینا کسی کام نہیں آسکتا۔ جبتک ہماری جماعت کے لوگ حقیقی تقویٰ اختیار نہ کریں تبتک وہ اس وعدہ کے نیچے نہیں آسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ حقیقی تقوی اور اخلاص چاہتا ہے ظاہرداری اسکے نزدیک ایک لغو امر ہے۔ جس کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔

روایت ہے۔ کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو دعوت اسلام دی۔ اس یہودی نے اسے جواب دیا۔ کہ تم خود برائے نام مسلمان ہو۔ صورت پر ناز نہ کرو۔ کام کی چیز انسان کا عمل ہوتا ہے۔ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام میں نے خالد یعنی ہمیشہ رہنے والا رکھا تھا۔ وہ اسی دن وفات پا گیا۔ اور شام کے وقت زمین کے نیچے دفن بھی ہو گیا محض یہ نام اس کے کسی کام نہ آیا۔ اسی طرح ہر ایک انسان کے لئے حقیقت اور سچی روح کام آتی ہے۔ ظاہرداری سے کچھ نہیں بنتا۔ میرا دل اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ کہ جو شخص ہماری جماعت میں سچا تقوی اور طہارت رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اسکا سچا اور مخلصانہ تعلق ہو۔ پھر خدا اُسے ذلت کی موت مارے تم میں اور دوسرے لوگوں میں فرق ہونا چاہئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو دوسروں سے ممیز رکھے اگرچہ طاعون گذشتہ زمانوں میں بھی مختلف اوقات پر آتی رہی ہے۔ لیکن ہر زمانہ کا حکم الگ الگ تھا۔ بعض اوقات ان میں کوئی مامور نہ تھا۔ جیسا کہ اسوقت تم میں موجود ہے۔ اور رہا ہے۔ اس لئے متقی

اور غیر متقی میں خدا تعالیٰ فرق کرنا چاہتا ہے۔ اور وہی شخص اب فائدہ حاصل کر سکیگا۔ جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کو سمجھکر سچا تقویٰ اختیار کریگا اللہ تعالیٰ نے ہم پر کھولدیا ہے۔ کہ وہ لوگ جو سچے دل سے تقویٰ اختیار کر کے خدا تعالیٰ سے اپنا رشتہ قائم کرینگے ان سے عذاب کو پھیر دیا جائیگا۔ اور متقی کبھی اس عذاب میں گرفتار نہ ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ہماری جماعت میں سے بھی کوئی شخص اس عذاب میں مبتلا ہو کر وفات پا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی کو مدنظر رکھکر کہنا پڑیگا۔ کہ ایسا شخص کسی نہ کسی قسم کی غفلت اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ ہمارے وہم میں بھی یہ بات کبھی نہیں آسکتی۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کا خلاف کرنے والا ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کو چاہئے۔ کہ وہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر رو رو کر خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ اور اسطرح اپنی حفاظت کے لئے ایک دیوار بنالیں۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ اپنے مخلص بندوں کو ذلت کی موت سے کبھی نہیں مارتا۔ اگر خدانخواستہ کوئی شخص ہماری جماعت سے اس مرض سے وفات پا جائے۔ تو گو وہ ذلت کی موت ہوئی۔ لیکن ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمنے خود اشتہار دے رکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ہماری جماعت سے وعدہ ہے۔ کہ وہ متقی کو اس سے بچالیگا۔ اس لئے تم کو چاہیئے۔ کہ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرو۔ تاکہ دوسروں کے طعن اور خدا کے عذاب سے محفوظ رہو۔ جو شخص پاک دل رکھتا اور شرارت سے مبرا ہے خدا اُسے ضرور اس عذاب سے بچالیگا۔ توبہ کرو۔ اور اسکی طرف اخلاص سے رجوع کرو۔

مجھے یاد رہے۔ کہ ایک دفعہ مجھے اردو زبان میں الہام ہوا تھا۔ آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ جو شخص خدا کا ہو جائے۔ خدا اسکا ہو جائیگا۔ اور اسے آگ سے بچالیگا۔ اور ضرور اُٹھانے والا اپنے نفس کی وجہ سے ضرر اٹھائیگا۔ اگر تم لوگ اپنی صفائی قلب نہیں کرتے۔ تو کوئی طبیب اور دوائی تمہارا علاج نہیں کر سکتی۔ صرف خدا کا فضل ہی تمہاری رہبری کر سکتا ہے۔ دل کا پاک کرنا ایک موت کو چاہتا ہے۔ جبتک انسان اپنی پہلی زندگی پر ایک موت وارد نہ کرلے اور یہ محسوس نہ کرلے کہ وہ اب پہلا انسان نہیں رہا اسوقت تک سمجھ لو۔ کہ اسنے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جب اسے یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اسکی وہ زندگی اور طول امل نہیں رہا۔ تو یہ قدم تقویٰ پر ہوگا۔ خوب یاد رکھو۔ کہ نفس انسان کو بڑے بڑے دھوکے دیتا ہے۔ بیگانہ

مال کی طمع کرتا۔ حسد کرتا۔ اور دوسروں کے مال کے زوال اور نقصان کا آرزومند ہوتا ہے مرتے دم تک انسان انہیں باتوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اور ان سے رہائی تب ہی ہوتی ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو۔ جو گویا انسان کو خصی بنا دیتا ہے

نماز عشاء باجماعت ادا فرما کر آپ تھوڑی دیر کیلئے پھر تشریف فرما ہوگئے۔ اور فرمایا کہ میں نے رویا میں دیکھا ہے۔ کہ ایک آدمی سر سے ننگا میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آیا ہے۔ اس سے مجھے سخت بدبو آتی ہے۔ اسنے میرے پاس آکر کہا کہ میرے کان کے پیچھے طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ میں اسے کہتا ہوں پیچھے ہٹ جا۔ اسکے بعد میں بیدار ہوگیا۔ اسکے ساتھ کوئی تفہیم الٰہی نہیں ہوئی (الحکم جلد ۶ ۲۴ البدر جلد ۱ ۵۰۶)

۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائی۔ اور ۸ بجے کے قریب سیر کے لئے باہر تشریف لائے اور قادیان سے شرقی جانب گئے۔ راستہ میں کتاب اعجاز احمدی کا ذکر ہوتا رہا۔ آپنے فرمایا کہ ہمارے مخالف اب اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں یہی حیلہ کرینگے۔ کہ اگر وہ چاہیں تو اسکا جواب لکھ سکینگے۔ اسپر نواب خانصاحب تحصیلدار نے ایک ڈاکٹر صاحب کا ذکر سنایا۔ کہ دہلی میں ایک مخالف مولوی نے اعجاز المسیح کو دیکھکر یہی کہا تھا۔ کہ اگر وہ چاہے۔ تو اسکا جواب لکھ سکتا ہے۔ لیکن کون وقت ضائع کرے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ یہ مثال اس شخص کی طرح ہے جسنے مشتہر کیا۔ کہ اسکی بکری شیر کو مار لیتی ہے۔ لیکن جب لوگوں نے اسکی آزمائش چاہی تو جواب دیا۔ کہ جب وہ شیر کو مارنے کا ارادہ کرے تو مار لیتی ہے۔ اسی طرح ان مخالفوں کا حال ہے۔ کہ جب جواب لکھنے سے عاجز آجاتے ہیں تو اسی قسم کے حیلے بہانے کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ پھر آپنے فرمایا۔ کہ اعجاز احمدی کا اردو حصہ بھی ہمارے تمام رسالوں کا نچوڑ ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب امروہوی نے کہا۔ کہ حضور کا رنگ دوسرا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ کیا معلوم ان مخالف لوگوں میں ہماری جماعت میں شامل ہونے والے کتنے لوگ ہیں۔ تدریج آہستہ آہستہ بہت سے ہماری طرف آجائینگے اسوقت تو ان کی مثال ایک مست شرابی کی طرح ہے۔ جو بیہوشی میں الول جلول بکتا رہتا ہے۔ لیکن ہوش آجانے پر سنبھل جاتا ہے۔ یہ لوگ اس وقت [illegible]

تعصب کے نشہ میں مدہوش ہو رہے ہیں۔ ایک دوست نے ذکر کیا۔ کہ گو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کسی زمانہ میں رجوع کرے۔ لیکن ہماری جماعت کی تالیفات میں جو کچھ اسکے بارے میں لکھا جا چکا ہے۔ وہ تو صفحہ روزگار پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔ خدا کی شان ہے کہ جو بدارادے اسکے ہمیں ذلت پہنچانے کیلئے تھے وہ سب خود اسپر الٹ پڑے۔ اور خود اسکی اپنی جماعت اہلحدیث میں اسکو عزت نصیب نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں عجیب در عجیب ہیں جسپر چاہے اپنا فضل کر دے اسکے فضل کی نہریں دنیا میں جاری ہیں۔ انسان کی غلطی ہے۔ کہ وہ ایسے قادر اور فضلوں والے خدا کو چھوڑ کر ادھر اُدھر بھٹکتا اور ہاتھ پاؤں مارتا پھرتا ہے۔ لذات دنیاوی جسکے پیچھے انسان اتنی تگ و دو کرتا رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ انہیں حلال ذریعہ سے اسکے لئے مہیا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی اسقدر حفاظت اور پاسداری کرتا ہے۔ کہ کوئی عزیز دوست بھی اتنی پاسداری نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے خلق اسباب کو دیکھکر عجیب مزہ آتا ہے۔ پادری کلارک کے مقدمہ اقدام قتل پر ہی نظر ڈالو۔ کہ کسطرح اللہ تعالیٰ نے مخالفوں میں پھوٹ ڈالدی۔ اسی سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے۔ تو وہ حکام کے دل کو بھی اس کی طرف پھیر دیگا سب کچھ اسی کے پنجۂ قدرت میں ہے جسے جس طرف چاہے پھیر دے۔ اس رنگ میں ایک مزہ وحدت وجود والوں کا آجاتا ہے۔ لیکن اُن کا قدم ذرا آگے پھسلا ہوا ہے۔ لیکن اگر لیا نتک قدم نہ پڑے۔ تو پھر توحید کا بھی مزہ نہیں آتا۔

دراصل لوگوں کو دین کے بارے میں شبہات پڑ گئے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ سے پرہیز نہیں کرتے۔ انسانوں میں کچھ نہ کچھ غفلت کا حصہ رہ جاتا ہے۔ اگر وہ غفلت سے کام نہ لیں۔ تو عذاب میں کیوں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ لوگ حقیقت کو سمجھ لیں۔ ان لوگوں نے طاعون کے ٹیکے کو اپنی جائے پناہ سمجھ لیا ہے۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ کے بیٹے نے خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے پہاڑ کو اپنی جائے پناہ سمجھ لیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جو چیز بچا سکتی ہے۔ وہ اسکی ہستی پر یقین کامل ہے۔ کیونکہ بغیر اس یقین کے اعمال میں برکت پیدا نہیں ہوتی۔ اور عذاب سے

نجات نہیں مل سکتی میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر آج لوگ توحید پر قائم ہو جائیں۔ تو یہ بلا فوراً دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے اعمال پر ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خالص توحید اور خدا پر یقین کامل کے خلاف ہے۔ زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتے ہیں۔ لیکن دل میں اسپر یقین نہیں اور نہ اسپر عمل ہے۔ اس زمانہ میں اسباب پرستی کا اسقدر زور ہے کہ سابقہ زمانوں میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ یا مَسِیحَ الْخَلْقِ عُدْ وَاَنَا۔ کہینگے۔ مگر اسوقت وہ سب ناس ہی رہجائینگے۔ کیونکہ فرمایا ہے۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللہِ اَفْوَاجًا ۔ مگر ایسے وقت پر ان لوگوں کو چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ جیساکہ فرمایا۔ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِیْمَانُھُمْ ۔ مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اسوقت توبہ قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ انکی توبہ کوئی حقیقت اپنے اندر نہ رکھیگی۔ جیساکہ آفتاب پر ایمان لانا کوئی ثواب کا موجب نہیں ہے۔ اسی طرح جب سچائی روز روشن کی طرح کھل جائیگی۔ تو پھر ایمان لانا کیا فائدہ دیگا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی اسوقت کام دیگا۔ جیسا وہ چاہیگا اُن سے معاملہ کریگا جیسا فرمایا اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ لیکن مومنوں کے لئے تو صاف طور پر عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ۔

طاعون بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص کام کے لئے مامور ہے۔ اور جس طرح سے کہ ایک سپاہی اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کے لئے سرکاری وارنٹ کی تعمیل اپنے بھائی پر بھی کرتا ہے۔ اور ایسا کرنے میں وہ قصوروار نہیں سمجھا جاتا اسی طرح طاعون کا کیا قصور ہے اسے تو خدا کیطرف سے رحمت سمجھنا چاہئے۔ کہ غافل اور خوابیدہ لوگوں کو بیدار کرنے میں تازیانہ کا کام دے گی۔ اور نیک لوگ سلوک کے مقام سے گذر کر مجذوب بنجائینگے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود دستگیری کرکے ان کو غفلت سے بیدار کر دیا ہے۔ ہماری طرف سے تو نصائح کا سلسلہ برابر جاری ہے لیکن اسکا اثر غافل طبائع پر بہت کم ہوتا ہے۔ اب طاعون کے ساتھ وہ بھی مؤثر ہوگا۔ اور لوگ اُن نصائح سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے پھر یہ بھی فطرت انسانی میں داخل ہے کہ دوسروں کو سزا ملتے دیکھکر اکثر لوگ اپنی حالت کو درست کر لیتے ہیں۔ زنا کی سزا اتنی سخت بھی خدا تعالےٰ نے اسلئے رکھی ہے۔ کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

اب لوگوں کے لئے اولیاء اور اصفیا بننے کا بہت عمدہ موقعہ ہے۔ ورنہ آرام کے زمانہ میں نصائح کا بہت کم اثر ہوا کرتا ہے۔ ہماری جماعت میں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ابتک ہمارے منشاء کو نہیں سمجھا تھا لیکن امید ہے۔ کہ اب وہ ضرور سمجھ جائینگے۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے غیر متقی لوگوں کو اب سزا میں مبتلا پائینگے۔ قرآن شریف میں جو آیا ہے۔ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مومنوں میں سے بھی ایک گروہ میں کچھ کسر ہوگی۔ جسکی اصلاح اسطرح سے ہو جائیگی۔ کہ وہ دوسروں کو سزا میں مبتلا دیکھکر اپنی اصلاح کر لینگے یہاں کل مومنوں کو نہیں فرمایا بلکہ ایک گروہ مومنوں کو لیا ہے۔

پھر آپنے فرمایا کہ:۔

رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ خفیف سا ترشح ہو رہا ہے۔ اور قطرات پڑ رہے ہیں۔ لیکن بڑے آرام اور سکون سے۔ اسکے بعد فرمایا کہ:۔

انسان کا ایمان تب ہی قائم رہتا ہے۔ کہ اسکے اندر گرمی ہو۔ ورنہ مشکل ہے جس طرح سے کہ کافور کے ساتھ سیاہ مرچ اس لئے رکھتے ہیں۔ کہ کافور اُڑ نہ جائے کیونکہ سیاہ مرچ میں تیزی اور حدت ہوتی ہے۔ وہ کافور کو اُڑنے سے بچائے رکھتی ہے

اسکے بعد مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی اور آپ کا مکان قریب آگیا۔ اور احباب کو السلام علیکم کہکر آپ اندر تشریف لے گئے۔

ظہر کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت مسجد میں ادا فرمائی۔ اسوقت سردی لگ جانے کے باعث آپکی طبیعت کچھ ناساز سی تھی۔ اس لئے ظہر و عصر ہر دو نمازیں جمع کرکے ادا کی گئیں۔ شام و عشاء کی نمازوں میں آپ بوجہ ناسازی طبیعت باہر تشریف نلا سکے۔ (الحکم جلد ۶ ۲۴ البدر جلد ۱ ۵-۶)

۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائی اور بعد نماز مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ:۔

صبح کی نماز کیلئے اٹھنے سے کوئی ۲۰-۲۵ منٹ پہلے میںنے خواب دیکھا۔ کہ گویا ایک زمین اس مطلب کے لئے خریدی گئی ہے۔ کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیجائیں

تو کہا گیا۔ کہ اسکا نام بہشتی مقبرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو اسمیں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ پھر اسکے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کسر صلیبت کے لئے یہ سامان پیدا ہوگیا ہے۔ کہ کشمیر میں کچھ پرانی انجیلیں نکلی ہیں۔ میں تجویز کر رہا ہوں کہ کچھ آدمی وہاں بھیجے جائیں۔ جو ان انجیلوں کو وہاں سے لے آئیں۔ تاکہ ان پر ایک کتاب لکھی جائے یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی تیار ہوگئے۔ کہ وہ جاتے ہیں لیکن بہشتی مقبرہ میں ان کیلئے جگہ رکھی جائے۔ میں نے کہا۔ کہ خلیفہ نورالدین صاحب کو بھی ساتھ بھیجدو۔" یہ خواب بیان کرکے آپنے فرمایا کہ:۔

کہ اس سے پہلے بھی میں نے آرادہ کیا تھا۔ کہ ہماری جماعت کیلئے الگ قبرستان ہو اب خدا تعالیٰ نے بھی اسکی تائید فرمادی ہے۔ اور انجیل کے معنے بشارت کے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ کہ وہاں سے کوئی بڑا تائیدی امر بطور شہادت پیدا ہو۔ اور جو شخص اس کام کو سرانجام دیگا۔ وہ قطعی بہشتی ہوگا۔"

بوجہ ناسازی طبع آپ سیر کے لئے صبح تشریف نہ لے گئے۔ ظہر و عصر کی نمازیں آپنے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائیں۔ بعد نماز ظہر چند ایک احباب نے معہ مولوی عبدالرشید صاحب ملاقات کی۔ اور تحائف پیش کئے جسپر آپنے فرمایا کہ:۔

ان کا آنا بھی ایک نشان ہے۔ اور وہ الہام یَأْتُوْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍ عَمِیْقٍ کو پورا کرتا ہے۔

نماز مغرب کے وقت فرمایا کہ آج میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اسلئے نماز مغرب نیچے ہی ادا کی جائے۔ بعد از فراغت نماز آپ مسجد مبارک کے شمال مغربی کونہ میں بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے حقیقی بھائی اور خواجہ احمد صاحب افریقہ سے آئے تھے بعد ملاقات آپ ان سے ڈاکٹر صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ مفتی محمد صادق صاحب نے پگٹ کی تصویر آجانے کا ذکر کیا۔ جسپر آپنے اُسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب کشمیری کی علالت طبع کا ذکر آگیا۔ کہ ان کو اضطراب بہت ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ کیوڑہ اور گاؤزبان بہت مفید ہے۔ کیوڑہ تو میرے پاس بہت اعلےٰ درجہ کا ہے۔ جو سید رضوی صاحب نے حیدرآباد دکن سے بھیجا ہے مگر گاؤزبان نہیں۔ چنانچہ آپنے اندر گھر سے ایک بوتل کیوڑہ لاکر دیدی۔ بعد ازاں صبح کی خواب کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی اور آپنے فرمایا کہ:۔

کشمیر میں مسیح کی قبر معلوم ہو جانے سے بہت قریب ہی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور سب جھگڑے طے ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شخص میں فراست نہ بھی ہو۔ تب بھی یہ بات سمجھ آجاتی ہے۔ کہ انسان مرکز زمین میں دفن ہوا کرتا ہے۔ لیکن آسمان پر جانے کو کون سمجھے جبکہ اسکے سامنے کوئی ایسا نمونہ ہی انسانوں کا نہ ہو۔ جو باتیں قرین قیاس ہوا کرتی ہیں وہی آخر صحیح نکلتی ہیں۔ آجتک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا تھا۔ لیکن اب خدا تعالیٰ نے خود اسکا انکشاف کر دیا ہے۔ گویا اب تخم ریزی ہو گئی ہے۔ امید ہے اسبارہ میں کچھ اور امور کا بھی اظہار ہو گا۔ عادۃ اللہ اسی طرح پر ہے یہ خواب بالکل سچا ہے۔ اور مبشر ہے۔ اور اسکے ساتھ کسی قسم کی آمیزش نہیں ہے۔ مجھے خواب کی حالت ہی میں معلوم ہوتا تھا۔ کہ ضرور کوئی عظیم الشان کام ہے۔ جسطرح پر کہ کسی کو لڑائی پر جانا ہوتا ہے۔ اور درحقیقت یہ ہے بھی بڑا عظیم الشان کام۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہماری فراست نے خطا نہیں کی۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ حل کرے۔ تو برسوں کا کام ایک ساعت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ جس سے عیسائیوں اور مولویوں کے گھروں میں ماتم پڑ جائیگا۔ اور غیر مسلموں خصوصاً عیسائیوں کا رجوع اسلام کی طرف کثرت سے ہو جائیگا۔ جس طرح سے تسبیح کا اگر ایک دانہ ٹوٹ جائے تو باقی ٹھہر نہیں سکتے۔ اسی طرح سے انگریز جو ایک آزاد قوم ہے۔ ان کی توجہ جب اسلام کی طرف ہو گئی تو پادری خواہ کتنا ہی روئیں پیٹیں۔ یہ ساری کی ساری قوم اسلام کی طرف متوجہ ہو جائیگی اللہ تعالیٰ کی تدابیر ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝

اسکے بعد ڈوئی کا اخبار آپنے سنا اور فرمایا۔ کہ پگٹ کی شہرت ڈوئی سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے جس طرح سے ڈوئی کو دعوت مقابلہ دی گئی ہے۔ پگٹ کو بھی دینی چاہیئے۔ اور اسے لکھا جائے۔ کہ اس کفر سے باز آجائے۔ اسکے بعد نماز عشاء باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ (الحکم جلد ۶ ۲/۱۲ البدر جلد ۱ ۶-۵)

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ صبح کی نماز آپنے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائی۔ اور ۸ بجے کے قریب سیر کیلئے باہر تشریف لائے۔ جملہ احباب موجودہ قادیان ہمراہ تھے۔ راستہ میں اعجاز احمدی کے متعلق ذکر ہوتا رہا۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب نے عرض کی۔ کہ مولوی ثناء اللہ کہتا تھا

کہ اسکی طرف سے کوئی استدعا نہ تھی آپنے فرمایا کہ ہمارے پاس خود اسکا اپنا خط موجود ہے اسکے بعد مخالفین کے خیالات کا عکس مختلف دوست کھینچتے رہے۔ بعد ازاں آیت یَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا پر فرمایا۔ کہ ان مولوی لوگوں کے دلوں میں یہ حسرت ہی ہوگی۔ کہ اس آیت میں اُبْعَثُ کی جگہ انزل کا لفظ کیوں نہ ہوا۔

اسکے بعد پگٹ کا ذکر چل پڑا تو آپنے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کو ایسے ایسے لمبے چوڑے دعوے کرنے کی اسلئے جرأت ہوجاتی ہے۔ کہ قوم نے اسبات کو قبول کرلیا ہے۔ کہ مسیح کے نزول کا وقت قریب ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہوتا۔ تو قوم کی کثرت رائے اسطرف ہوتی۔ کہ ابھی نزول مسیح کا وقت دور ہے تو ایسے مدعیوں کو دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہوتی شیطان کے بھی مظہر ہوتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں اسنے اپنے مظہر کیلئے پگٹ کو پسند کیا ہے

فوٹو کی تصاویر کے بارے میں ذکر چل پڑا تو آپنے فرمایا کہ:۔

فی زمانہ ان مخالف لوگوں کے مقابل فوٹو کی کسقدر ضرورت ہے۔ ہر ایک رزم بزم میں آجکل تصاویر سے اثر ڈالا جاتا ہے۔ پگٹ کی بھی تصویر شائع ہوئی ہے۔ فوٹو کے بغیر آجکل کسی قسم کی جنگ ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جس قسم کے ہتھیار مخالف لوگ استعمال کریں۔ تم بھی ویسے ہی استعمال کرو۔ اس سے ایک طرح پر فوٹو کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مخالفین اسلام فوٹو سے کام لیکر ہر طرف سے اور ہر طرح سے اسلام پر حملہ آور ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ ہم یہ ہتھیار استعمال کریں۔ مخالفین اسلام کے مقابل توپوں بندوقوں سے جنگ کرنے کا جواز بھی اسی طرح نکالا گیا ہے ورنہ آگ سے کسی جاندار کو مارنا تو حرام ہے۔ لیکن جہاں ضرورت حقہ محرک اور مستدعی ہو یا اسکے بارے میں الہام ہوجائے۔ تو وہاں تصویر کی حرمت کی سند پیش کرنا حماقت ہے۔ حضرت جبرئیل نے خود حضرت عائشہ رضؓ کی تصویر آنحضرتؐ کو دکھائی۔ مولوی محمد احسن صاحب نے عرض کی۔ کہ حضرت سلیمان ع کے وقت میں بھی ایسی ہی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ایک حرمت حقیقی ہوتی ہے۔ ایک غیر حقیقی ہوتی ہے وہ اسباب داعیہ سے اُٹھ جاتی ہے۔

راستہ میں ایک سائل بلک بلک کر رہا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اسے دیکھکر فرمایا کہ:۔

ایک یہ بھی انسان ہے اور ایک ہم بھی انسان ہیں۔ یہ کس طرح ہر ایک دروازہ پر گرتا اور سوال کر رہا ہے۔ اگر خدا کی طرف رجوع کرتا۔ تو ایسی حالت میں کبھی نہ رہتا ؎

مے تواند شد مسیحا مے تواند شد یہود

پگٹ کے نام کا جو سرلینی شروع ہے۔ اسمیں خنزیر کے معنی پائے جاتے ہیں اب دیکھیں۔ کہ یہ عیسائیوں کا نیا خدا آسمان پر جاتا ہے۔ یا زمین میں دفن ہوتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر سخت غیرت ہے۔ جو خدائی کا دعوے کرتے ہیں۔ کیونکہ اسکی غیرت تقاضا نہیں کرتی۔ کہ ایسے مدعی خدائی لوگ ہوں۔ اس حساب سے تو معاذ اللہ حضرت موسےٰ اور دیگر جملہ انبیاء اسکے۔ (یعنی پگٹ کے) بندے ہوئے۔ اور یہ بھی نہایت عجیب بات ہے۔ کہ ایک ہی سلطنت کے نیچے دو مدعی ایک سچا اور ایک جھوٹا موجود ہیں۔ ہمارا یقین ہے۔ کہ جس طرح طاعون ہمارے لئے مفید ثابت ہوئی ہے۔ کہ لوگ خدا کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ویسے ہی پگٹ کا ظہور مفید ہوگا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کیطرف سے پہلے مقرر ہو چکا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ وہ تمام و کمال ظاہر ہو جائے۔ پھر ڈوئی کے ذکر پر فرمایا کہ :۔

جو شخص دولت کی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اسے دین میں کب راہ ملتی ہے۔ سوائے عربی زبان کے دوسرا اور کوئی علم نہیں۔ کہ جسمیں اللہ تعالیٰ کلام کرے اور اسی زبان میں اسکا کامل و مکمل الہام قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

(چونکہ آپ کا دولت خانہ قریب آگیا۔ اس لئے السلام علیکم کہکر آپ اندر تشریف لے گئے)

ظہر و عصر۔ ہر دو نمازیں آپنے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائیں۔ اور کوئی خاص ارشاد نہ فرمایا۔

مغرب۔ کی نماز باجماعت ادا فرما کر آپ مسجد مبارک کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے آپ کی خدمت میں ایک خط پیش کیا گیا۔ جسمیں ایک شخص نے **آئینہ کمالات اسلام** کی ایک عبارت کی تشریح دریافت کی تھی۔ جہاں مسیح کی روحانیت کی تیسری بار نزول جلالی کا ذکر ہے آپنے فرمایا کہ :۔

کتاب کی اصل عبارت دیکھکر جواب دونگا پھر ایک دوسرے دوست نے عرض کی کہ آیا دعا کے بعد یہ کلمات کہنے جائز ہیں یا نہیں کہ :۔

یا الٰہی تو میری دعا کو بطفیل حضرت مسیح موعودؑ قبول کر۔ حضرت اقدس نے جواب میں فرمایا کہ:۔
شریعت میں توسل احیاء کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بظاہر اسمیں شرک نہیں ہے۔
ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے چچا کے توسل سے بارش کی دعا کی گئی تھی
اسکے بعد قادیان میں بعض اموات طاعون کے بارے میں فرمایا کہ:۔
میں ان کو دیکھکر اٰوَیٰ الْقَرْیَۃَ کے متعلق غور کر رہا تھا۔ کہ مجھ پر منکشف ہوا۔ کہ جہاں جہاں قرآن کریم میں اوی کا لفظ آیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نہ کسی مصیبت اور تکلیف کا وقوعہ ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح کے بارے میں آیا ہے۔ وَاٰوَیْنٰھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ کیونکہ ان کو بھی صلیب دئے جانے کے وقت مشکلات اور تکالیف کا سامنا ہوا تھا۔ حضرت نبی کریم کو بھی یتیمی کی تکالیف سے بچانے کیلئے اوٰی کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ اصحاب کہف پر بھی جب مصائب پڑے تو فَاْوُوْا اِلَی الْکَھْفِ فرمایا غرض قرآن شریف میں خوب غور کر کے دیکھ لو۔ کہ اوٰی کا لفظ وہیں آتا ہے جہاں پہلے کچھ خوف ہو۔ انہ اوی القریۃ سے بھی پایا جاتا ہے۔ کہ پہلے کچھ خوفناک حالات پیش آئے۔ چنانچہ وہ خواب جو بیان کی گئی تھی۔ کہ ہمارے گھر کے گرد گرد دیوار کھینچی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی سارے گاؤں کے گرد نہیں کھینچی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی اوٰی کا وقت نہیں آیا۔ جس سے پہلے بعض خوفناک حالات کا پیش آنا ضروری ہے۔
ایک چھوٹے لڑکے کی بیعت کے ذکر پر فرمایا کہ:۔
اوائل عمر کے لوگوں کی بیعت لینے میں مجھے بہت تردد ہوتا ہے۔ جبتک انسان کی عمر چالیس سال کی نہ ہو جائے۔ تبتک اسکی عقل میں پختگی نہیں آتی۔ اوائل عمر میں انسان اکثر متلون مزاج ہوتے ہیں۔ اور ذرا سے ابتلاء سے گھبرا جاتے ہیں۔ اسلئے جبتک پختہ عمر نہ ہو لے میں بیعت لینے کا ارادہ نہیں کرتا۔ تاہم اس خیال سے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ ایسے کم عمر لوگوں کی بیعت بھی لے لیتا ہوں۔ انسان جب چالیس سال کا ہو جاتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو موت کے قریب پاتا ہے۔ اسلئے اسے اپنے عہد کا خیال ہوتا ہے۔ نوجوان اور لڑکے موت کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔
اسکے بعد اس امر کا آپ کے سامنے ذکر ہوتا رہا۔ کہ مسلمانوں سے بہت کم لوگ

ہیں جنہوں نے اس بات کو محسوس کیا ہو۔ اور اس پر افسوس کیا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے کیوں اپنی دینی زبان عربی کو چھوڑ کر دوسری
زبانوں کا رواج دیا۔ حالانکہ عربی ایک بڑی وسیع زبان تھی جسمیں ہر ایک قسم کے مطالب
بہ آسانی بیان ہو سکتے تھے۔ اگر وہ عربی کا رواج دیتے تو اسلام کی بڑی بھاری خدمت
ہوتی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ انمیں سے کسی کو اس بات کا خیال نہیں آیا۔ اور اس کا نتیجہ
یہ نکلا ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی ذریت کو اپنی مذہبی زبان سے بیگانگی ہو گئی ہے
اور انہیں قرآن اور علوم اسلامی سے بہت کم مس رہگیا ہے۔ آپنے فرمایا کہ:۔

مسلمان بادشاہان ہند سے یہ ایک معصیت ہوئی ہے۔

بعد ازاں آپنے فارسی زبان میں رسالت اور نبوت پر تقریر فرمائی جو یہ ہے:۔

اللہ تعالیٰ مے فرماید مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ لاکن اینجا برائے استدراک ازالہ ایں وہم فرمودہ است وَلٰكِنْ
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی ہیچ ابدال و قطب و اولیا، بجز ختم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نخواہد شد حکام راہمیں حالت است۔ کہ اگر برکاغذ مہر سرکاری نشود۔ صحیح نمے
دانند۔ ہر کسے راکہ الہام و مکالمہ الٰہی میشود از مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مے شود
وازیں معنی رسول اللہ صلعم ہمہ را پدر است۔ در یک معنی نفی نبوت مے شود۔ و در یک
معنی اثبات نبوت مے شود۔ اگر بگوئیم کہ سلسلہ افادات نبوی منقطع نشدہ و اکنون کسے
را الہام و مکالمہ و مخاطبہ الٰہی نمے شود۔ ہمہ اسلام تباہ میشود۔ سلسلہ ما را ایں مثال است
کہ اگر کسے در آئینہ صورت مے بیند۔ آنچہ در شیشہ نظرے آید۔ چیزے دیگر نیست ہماں است
کہ پیش شیشہ است این مردمان دریں آیت کریمہ غور نمے کنند۔ و من خوب مے دانم کہ ایں
ہمہ عقیدہ میدارند کہ سلسلہ مکالمات الٰہیہ منقطع شدہ است۔ کلام بمعنی وحی است۔
در قرآن ہم ذکر الہام نیامدہ۔ بلکہ ذکر وحی آمدہ و قطعیت الہام و وحی یک معنی دارد۔
و نمے پندارند۔ کہ اگر ایں سلسلہ منقطع شود۔ باقی از برکات اسلام چہ مے ماند۔ پس ایں
معنی است کہ گفتم در مثال آئینہ و ظل ہمہ نقوش اصل در خود دارد و ظل نبوۃ ہمیں طور است
البتہ آن نبوۃ منقطع است کہ بلا توسل و سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آید۔ و ہر کسیکہ
ازیں انکارے کند کافرے شود۔ و از دین خارج مے شود۔ اگر دین بہ ایں طور مردہ است۔

کدام توقع نجات باید داشت۔ اگر انسان اندریں علم تکمیل معرفت نکند۔ چہ دلیل دارد۔ کہ روز آخرت خواہد کرد۔ بجز ایں صورت کہ ما پیش میکنیم۔ دیگر صورت نیست مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ از بسیار مقامات قرآن معلوم مے شود۔ کہ ایں امت خیر امت است۔ پس کدام خیر ست کہ در امت موسوی الہام مکالمہ وغیرہ مے شدے و دریں امت نے شود۔ وکدام شابہت اینا را بامۃ موسوی خواہد بود۔ آنحضرت صلعم تکمیل کنندہ ایں عالم اند یعنی کمال ایں عالم بر رسول اللہ صلعم ختم شدہ و این معنی ختم نبوت است کہ کسی دیگر نبی نے شود حتی کہ مہر رسول اللہ صلعم بر نبوۃ او نشود۔ چنانکہ مثال آن دریں دنیا دیدہ بود۔ کہ ہیچ پروانہ سرکاری تصدیق نے شود حتی کہ مُہر سرکاری بر او نبود۔ پس ازیں آیت معلوم مے شود۔ کہ اللہ تعالیٰ بطور جسمانی نفی ابوت مے فرماید و بطور روحانی اثبات نبوت میکند۔ بہر حال ایمان باید آورد۔ کہ برکات و افادات رسول اللہ صلعم جاری است۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ دریں آیت معنی محبت چیست ایں معنی ہرگز نیست کہ خدا ہر کسے را کہ محبت میکند۔ دریں عالم او را کور میدارد۔ اگر ایں دو ناں را عقل بودے۔ میدانند انسان ہماں باشند کہ طالب مغز شود نہ کہ پوست۔ ہمہ ابدال طالب مغز شدہ اند۔ ایمان ہمیں است کہ ایشاں میخواہند۔ کہ چشم آنہا بینا شود۔ نہ کہ کور۔ باعث مغضوب شدن۔ اہل اسلام چیست ہمیں کہ از زبان میگویند کہ ایمان آوردیم و در دل ہیچ شے نیست و ہمیں معنی ایں آیت است مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ و ہمیں نابینائی کہ ذکر کردیم موجب فسق و فجور است و برائے ہمیں بینائی خداوند تعالیٰ ایں سلسلہ را قائم کردہ است۔ کہ باز آن بینائی کہ رفتہ است پیدا شود۔ خدا مے خواہد۔ کہ ثابت کند۔ کہ آن نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است و افادہ آن ہم زندہ است اگر ایں نبود۔ کدام فرق در نصاریٰ و اسلام است آن مُردہ و ایں ہم مُردہ۔ آن قصہ و حکایت است اینہم قصہ و حکایت است اندریں صورت فیصلہ چگونہ شود خدا تعالیٰ ارادہ فرماید کہ آن برکات سماویہ بنماید و اگر مرے مثل آن نبی صلعم نے آید چگونہ بنماید۔ ایں ہمہ کار خدا است۔ ما بندگانیم و ہیچ امید فتح و شکست نداریم۔ او خوب میداند۔ کہ کدام شوریدہ است بہر مصلحتے کہ خواہد خواہد کرد ۔

اسکے بعد نماز عشا باجماعت ادا فرما کر حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لے گئے (البدر جلد ۱ نمبر ۴۵)

۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائی اور ۸ بجے کے قریب سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں فرمایا کہ:۔

گذشتہ رات اور آج صبح بھی مینے پگٹ کیلئے دعا کی۔ مجھے یہ دکھایا گیا۔ کہ کسی نے مجھے چار پانچ کتابیں دی ہیں۔ جنپر لکھا ہوا تھا۔ تسبیح۔ تسبیح۔ تسبیح بعد اسکے الہام ہوا۔ اَللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اِنَّھُمْ لَا یُحْسِنُوْنَ ہ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکی موجودہ حالت خراب ہے اور یا آیندہ توبہ نہ کریگا۔ اور اسکے یہ معنی بھی ہیں۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا اللہ تعالےٰ پر یہ افترا اور منصوبہ باندھا۔ اور فقرہ اللہ شدید العقاب ظاہر کرتا ہے۔ کہ اسکا انجام اچھا نہ ہوگا۔ اور بالآخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے۔ کہ انسان ہو کر خدائی کا دعویٰ کیا جائے۔ پگٹ اپنے اندر خنزیری معنے رکھتا ہے۔ اسلئے کیا عجب ہے کہ یقتل الخنزیر والی پیشگوئی کا پورا کرنے والا یہ بھی ہو۔ ارادہ ہے۔ کہ اسے دعوت الی الحق کی جائے۔ اور اسطرح پر دنیا کو سچائی کا چہرہ دکھایا جائے۔

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا ذکر چل پڑا۔ معلوم ہوا۔ کہ اسنے نمازیں بھی کچھ ردوبدل کی ہے۔ اور التحیات اور درود شریف کو نماز میں سے نکالدیا ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بعض تبدیلیاں کی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یہ فتنہ نہایت خطرناک ہے۔ اسلئے ارادہ ہے۔ کہ ایک اشتہار بطور محاکمہ لکھا جائے جسمیں یہ دکھایا جائے۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور اسنے افراط و تفریط کی راہ اختیار کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ اسنے ہمیں درمیانی راہ یعنی صراط مستقیم پر رکھا ہے نبی ہمیشہ دو چیزیں لے کر آتے ہیں۔ یعنی کتاب اور سنت۔ اور اول الذکر خدا کا کلام ہوتا ہے۔ اور موخر الذکر اس کتاب پر عمل کا نام ہے۔ دنیا کا کوئی کام بھی اسکے بغیر نہیں چل سکتا۔ دقیق مسائل پہلے استاد زبانی بتاتا ہے۔ پھر ان کو حل کر کے دکھا دیتا ہے۔ پس جس طرح کتاب اللہ یقینی ہوتی ہے۔ اسی طرح سنت بھی یقینی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اسنے ہمکو صراط مستقیم پر کھڑا کر رکھا ہے۔ وہابیوں نے افراط کی

راہ اختیار کی اور قرآن شریف پر حدیث کو قاضی ٹھہرادیا۔ گویا کلام الٰہی کو حدیث کے سامنے بطور مستغیث کھڑا کر دیا۔ چکڑالوی نے تفریط کی راہ اختیار کی کہ حدیث سے بالکل ہی انکار کر دیا۔ جس سے سخت فتنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اسکی اصلاح ضروری ہے ہم کو خدا تعالیٰ نے حَکَم ٹھیرایا ہے۔ اس لئے ہم ایک اشتہار کے ذریعہ سے دونوں فریقوں کی غلطی کو ظاہر کر دینگے۔ دوسرے مضامین کسی دوسرے وقت لکھینگے۔ کیونکہ ؎

اول خویش بعد درویش۔ جس صراط مستقیم پر اللہ تعالیٰ نے ہمکو چلایا ہے۔ اسپر جتنی غور کی جائے اتنی ہی لذت آتی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی نسبت کیسا عمدہ فیصلہ فرمایا ہے۔ کہ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ اور پھر دوسری جگہ فرمایا۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ یہ ایک قسم کی پیشگوئی ہے جسمیں وہابیوں کے خیالات کا رد ہے اسکے خلاف جو لوگ سنت رسول اللہ کی نفی کرتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت علیل تھی اسلئے شام و عشاء کی نمازوں کیلئے تشریف نہ لا سکے (الحکم جلد ۶ ۴۲)

۲۱ر نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی نماز کے لئے تشریف لاتے ہی حضرت مسیح موعودؑ نے شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہوس لاہور سے مخاطب ہو کر ان سے ان کے سفر ولایت کے حالات و دیگر کوائف سفر دریافت فرمائے اور فرمایا کہ:۔

کل جب آپ آئے تھے تو میں بیمار تھا۔ اسکے بعد نماز باجماعت ادا فرمائی۔ اور پھر شیخ صاحب سے حالات سفر دریافت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

کیا آپ پگٹ سے بھی ملنے کے لئے گئے تھے؟ شیخ صاحب نے عرض کی کہ میری واپسی سے ایکدن پیشتر مجھے یہاں کا خط ملا تھا۔ میں اسی روز اپنے دو دوستوں سمیت اسکے مکان پر گیا۔ پہلے ایک عورت آئی اسے ہم نے اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا۔ وہ لیکر وہ اندر چلی گئی۔ جسکے بعد ایک بوڑھا آدمی آیا۔ ہم نے ہر چند اسے کہا۔ کہ ہم پگٹ سے ملنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ بار بار یہی کہتا رہا۔ کہ اسوقت مسٹر ہملٹن مل سکتا ہے۔ آخر ہم نے اس بوڑھے سے مسٹر ہملٹن کا حال دریافت کیا۔ تو اسنے وہ بھی نہ بتلایا۔ سب سے آخر ہم نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ ہم ۷ ہزار میل دور سے مسٹر پگٹ کو ملنے آئے ہیں

اور خود ہمارے ملک ہند میں بھی ایک مسلمان نے مسیح ہونیکا دعوی کیا ہے۔ جسکے ہم مرید ہیں۔ اور ہم مقابلہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ ان ہر دو مدعیوں میں سے کون حق پر ہے۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے کا مدعی ہے وہ ایسے آدمیوں سے ملنا بھی گوارا نہیں کرتا جو ۷ ہزار میل دور سے اس کی ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ خدا تعالیٰ کے سامنے قیامت کو کیا جواب دیگا۔ لیکن وہ بوڑھا ہمیں یہی جواب دیتا رہا۔ کہ تم اس سے اسوقت نہیں مل سکتے۔ ناچار ہم نے اس بوڑھے سے مسٹر پگٹ کے دعووں کے دلائل دریافت کئے۔ لیکن وہ سوائے اسکی دعاوی کو بیان کرنے کے اور کچھ نہ بتاتا تھا۔ اسپر ہمیں شک پڑ گیا۔ کہ شاید یہی شخص پگٹ نہ ہو۔ لیکن جب تصویر دیکھی تو معلوم ہوا۔ کہ جو شخص ہم سے ہمکلام تھا وہ پگٹ نہ تھا۔ عام لوگ اسکے مخالف تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ عنقریب اس کا مکان معہ فرنیچر نیلام ہونے والا ہے۔ پگٹ کا مکان ہمارے مکان سے قریباً دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور اسکے مریدوں میں غالب حصہ عورتوں کا تھا۔ اتوار کے دن وہ گرجے جایا کرتا ہے۔ جس دن ہم اس سے ملنے کیلئے گئے تھے۔ وہ جمعرات کا دن تھا۔

شیخصاحب کے ہاں ان کی انگریز اہلیہ سے ایک فرزند پیدا ہوا ہے جسکا نام حضرت مسیح موعودؑ نے عبداللہ رکھا۔ اس کا حال حضرت اقدسؑ نے دریافت فرما کر ارشاد کیا۔ کہ یہ بچہ لنڈن میں پہلا مسلمان بچہ ہے۔ جو تولد ہوا ہے۔

اسکے بعد طاعون اور ٹیکہ کا ذکر ہوتا رہا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

آخرکار آسمانی ٹیکہ ہی رہ جائیگا۔ پھر مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی اور آپ ۲ بجے کے قریب اندر تشریف لے گئے۔ جمعہ کی وجہ سے سیر کے لئے تشریف نہ لے گئے۔

نماز جمعہ کے ادا کر چکنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ:۔

گذشتہ رات مینے محمد حسین اور چکڑالوی کے بارے میں جو مضمون لکھا۔ تو مجھے کشفی نظر میں دونوں دکھائے گئے۔ مینے ان کو مخاطب کر کے کہا۔ خَسَفَ الْقَمَرُ وَالشَّمْسُ فِیْ رَمَضَانَ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ اور اٰلَآءِ سے مراد میں خود ہوں۔

نماز مغرب کے بعد بہت سے آدمیوں نے بیعت کی جسکے بعد آپ بوجہ شکایت درد سر اندر تشریف لے گئے۔ عشا کی نماز کے لئے بھی باہر تشریف نہ لا سکے۔

۲۲ تا ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت ناساز رہی اسلئے کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔

۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء صبح و ظہر و عصر کی نمازوں میں بوجہ خرابی طبیعت حضرت مسیح موعودؑ شامل نہ ہو سکے۔ نماز مغرب باجماعت ادا فرما کر حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما ہوئے۔ تو تمام دوستوں نے کلمات طیبات سننے کی غرض سے کشمکش شروع کر دی۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

آپس میں مل جل کر بیٹھا جاوے۔ جسقدر تم آپسمیں محبت کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ مضمون زیر قلم لکھنے کی نسبت ایک دوست کے استفسار پر فرمایا کہ:۔

یوں ہی امتحاناً مینے دیکھنا چاہا تھا۔ کہ کچھ لکھ سکتا ہوں یا نہیں۔ لیکن چند ہی حروف لکھنے کے بعد سر کو چکر آگیا۔ اور میں گرنے کے قریب ہو گیا۔

ملک مصر کے اخبار اللواء نے کشتی نوح کے انگریزی ترجمہ میں آیت لَنْ یُصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ دیکھکر اسپر اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ لوگ قرآن کو نہیں سمجھتے اور ترک اسباب کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں ہے مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَلَہٗ دَوَاءٌ۔ اسپر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ:۔

کہ اس اخبار کے اڈیٹر نے ہمارا مطلب نہیں سمجھا۔ اور پہلی آیت کو دیکھکر صرف اپنے اندرونی بغض کی وجہ سے ایک شاعرانہ مذاق پر مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ کہ وہ مصر میں بھی ہمارے سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت کرے۔ حضرت نبی کریمؐ کے پیغام کی اشاعت ایسے ہی ذرائع سے ہوئی تھی۔ جبکہ آپکے مخالف بڑے بڑے پیرایوں میں آپ کو ملک میں شہرت دیتے تھے لیکن جو لوگ سعید ہوتے تھے وہ اصل معاملہ کی تحقیق کر کے صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتے تھے اسی طرح اس اخبار نے گو ہماری مخالفت کی ہے۔ تاہم اس ذریعہ سے ہماری خبر تو وہاں کے لوگوں کو ہو گئی۔ اسکے اعتراض سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کی اسباب پرستی شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ ایک مومن کا جس قدر ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ہوتا ہے۔ اسی قدر وہ اسباب پرستی پر بھروسہ کرنے سے دور رہتا ہے۔ اور یہ ہے بھی سچ۔ کیونکہ جب انسان کا ایمان اللہ تعالیٰ پر کامل ہو جاتا ہے۔ تو اسکی ایمانی نظر میں اسباب

سلسلہ بالکل معدوم ہوجاتا ہے۔ اور اسکا سارا بھروسہ اور توکل اللہ تعالیٰ پر ہی ہوجاتا ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر بعض امور اس قسم کے بھی اسکے سامنے پیش آجاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو درحقیقت بلا توسط اسباب ظاہری مدد دیتا ہے۔ اور ہر قسم کی امراض سے شفا دیتا ہے۔ میں نے اپنی ذات پر ان امور کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور کئی دفعہ بعض خطرناک امراض میں بدوں کسی دوا کے استعمال کے مجھے خدا تعالیٰ نے شفا بخشدی ہے۔ اسباب پرست لوگ خواہ کچھ کہیں لیکن میں ذاتی تجربہ کی بنا پر اگر ایسے نشانوں کو بے قدری کی نگاہ سے دیکھوں یا انہیں ضائع کردوں تو یہ معصیت ہی نہ ہوگی۔ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جائیگی۔ اسی طرح سے طاعون سے محفوظ رہنے کا جو نشان مجھے دیا گیا ہے۔ میں اس سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ بدوں ٹیکہ طاعون مجھے اس بیماری سے بچایا گیا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ ہر مرض کی دوا اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ لیکن یہ تو قرآن وحدیث میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ بغیر دوا کے کسی مرض کو دور نہیں کرسکتا۔ ہم دواؤں کی تاثیر سے انکار نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شئے میں کچھ نہ کچھ فوائد رکھے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کے ذریعہ سے ہمیں ایک نشان عطا کیا ہے۔ تو ہم کیوں اس نشان کو مشتبہ کریں حدیث جو اس اخبار نے لکھی ہے۔ وہ درست اور اپنی جگہ پر ہے۔ اور یہ درجہ ایمان اور توکل جو ہم رکھتے ہیں۔ وہ ایک دوسرا مقام ہے۔ جسے معرفت کی نظر ہی دیکھ سکتی ہے اسلئے ہم حدیث کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ حفظ مراتب کرتے ہیں ؎

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ ہم رعایت اسباب اس حد تک کرتے ہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ براہ راست ہمیں ایک بات کا حکم دے تو ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ پس رعایت اسباب اپنی جگہ پر ہے اور ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ اور نہ وہ ہم پر حرام ہے۔ نہ ہم اسے حرام سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اپنی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم باوجود حکم خداوندی واللہ یعصمک من الناس۔ اپنی حفاظت کو ظاہری اسبابوں کو نہ چھوڑتے تھے۔ اور کوئی نبی یا ولی ایسا نہیں۔ جو رعایت اسباب کو حرام قرار دے۔ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ کہ ایسے لوگ اپنی زندگی کا اصل سہارا اور تکیہ اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتے اور قرار دیتے ہیں۔ خواہ نخواہ رعایت اسباب کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ

کی آزمائش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ یہ اسکے حضور گستاخی ہے۔ ہم بھی رعایت اسباب کرتے ہیں۔ لیکن ایمانی حالت میں نفی اسباب کرتے ہیں۔ اور یہ ایک باریک سِرّ اور بھید ہے۔ جسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت ہے۔ کہ جوں جوں ایک بندہ اپنے ایمان میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی قدر وہ اسکے لئے اسباب کم کرتا جاتا ہے۔ اور غیب سے اسپر فضل کرتا رہتا ہے۔ خیر اب اس مصری اخبار کے مقابلہ میں ہمیں بھی کچھ لکھنے کا موقعہ مل گیا ہے اسلئے ہمارا ارادہ ہے۔ کہ ایک اشتہار میں مختصراً اپنے دعاوی اور ان کے دلائل عربی میں لکھکر اس ملک میں عام طور پر تقسیم کیا جائے۔ تاکہ اسی ذریعہ سے وہاں ہماری تبلیغ ہو جائے

بٹالہ میں شدت طاعون کا ذکر سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

یہ سرزمین بہت گندی ہے۔ خوف ہے کہ کہیں تباہ نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کی نظر فرماتا ہے۔ جو امن کی حالت میں اس سے اسی طرح ڈرتا ہے۔ جسطرح پر کسی مصیبت کے وارد ہو جانے پر جو لوگ امن کے وقت اللہ تعالیٰ کو نہیں بھلاتے خدا تعالیٰ ان کو مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا۔ جو شخص امن کے زمانہ کو عیش و عشرت میں بسر کرتا ہے۔ اور مصیبت کے وقت دعاؤں میں لگتا ہے۔ اسکی دعاؤں کی قبولیت میں بھی شک ہوتا ہے۔ کیونکہ سنت اللہ اسی طرح پر ہے۔ کہ جب عذاب الٰہی کا نزول شروع ہو جائے۔ تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس وہ لوگ بڑے ہی سعید ہیں۔ جو عذاب الٰہی کے نزول سے پہلے دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں صدقات و خیرات دیتے رہتے ہیں۔ اور امر الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتے رہتے ہیں۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتے ہیں۔ یہی سعادت کے نشانات ہیں جسطرح سے ایک درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح سے سعید اور شقی کی شناخت بھی آسانی سے ہوتی ہے۔

اندرون خانہ کوئی بیمار تھا۔ اسکی تکلیف کی خبر سنکر حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لے گئے اور اسے دوائی دیکھکر واپس باہر تشریف لے آئے۔ اور آتے ہی فرمایا کہ:۔

اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو خدا تعالیٰ پر کامل کرتا جاتا ہے۔ اور یقین میں پختہ ہوتا جاتا ہے۔ توں توں اللہ تعالیٰ اسکی امراض کا خود ہی علاج فرماتا جاتا ہے۔ اسے چنداں ضرورت نہیں رہتی کہ وہ دوائیں تلاش کرتا پھرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دوائیں کھاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ خود ہی اس کا علاج کرتا ہے۔ بھلا کوئی ڈاکٹر حکیم اس

بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ فلاں دوائی سے فلاں مریض ضرور ہی شفا پا جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو ایک دوائی مریض کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ اور ان علاجوں میں صدہا قسم کے دھندے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات مرض کی تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے۔ پھر کئی دفعہ دواؤں کے اجزاء میں حکیم اور ڈاکٹر غلطی کر جاتے ہیں۔ غرض کسی مرض کا حتمی علاج کسی انسان کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اسکے خلاف جو علاج اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو بتاتا ہے۔ وہ حتمی ہوتا ہے۔ جس سے نقصان کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ مگر ذرا اس بات کا حصول مشکل ہے۔ اور یہ پورے کامل ایمان اور یقین کو چاہتی ہے۔ اور ایسے کامل الایمان لوگوں کا معالج خدا تعالیٰ خود ہو جاتا ہے۔ دنیا کے اسباب میں مبتلاء لوگوں کو یہ بات کس طرح سمجھ آسکتی ہے۔ لیکن میرا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ کہ مجھے اسنے کئی مرتبہ بدون اسباب ظاہری کے شفا عطا فرمائی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ میرے دانت میں سخت درد تھی۔ ایک شخص سے مینے اس کا علاج دریافت کیا۔ اسنے جواب دیا کہ علاج دندان اخراج دندان موٹا علاج ہے۔ اس کا یہ فقرہ میرے دل پر سخت گراں گذرا۔ کیونکہ دانت بھی ایک نعمت الٰہی ہے۔ اسے نکالدینا ایک نعمت سے محروم ہونا ہے۔ میں اسی فکر میں تھا۔ کہ یکایک غنودگی آئی۔ تو زبان پر جاری ہو گیا۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ اسکے ساتھ ہی معًا درد بند ہو گیا۔ اور پھر کبھی نہیں ہوا۔ غرضیکہ لوگ جھٹ اعتراضات کیطرف دوڑتے ہیں۔ حقیقت کیطرف نہیں آتے اور نہ اسے دیکھتے ہیں۔ اعتراض کی کوئی وجہ نظر آجائے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ بھلا ان لوگوں سے دریافت کیا جائے۔ کہ ہم نے کس جگہ کشتی نوح میں یہ لکھا ہے کہ دوائیں لغو محض ہیں۔ بلکہ ہم نے تو ٹیکہ نہ کرانے کی صاف وجہ لکھی ہے۔ کہ چونکہ ہمیں آسمانی ٹیکہ لگایا گیا ہے۔ جو بطور ایک نشان کے ہے۔ اس لئے اس مادی علاج کو اللہ تعالیٰ کے نشان کے ساتھ ملا کر ہم شرک کے مرتکب نہیں ہونا چاہتے۔ ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ پر ہی زیبا دیتی ہے۔ مثلاً غور کیجئے ماہ رمضان کے روزے کیسی خدا کی رضا اور ثواب کا موجب ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص عید کے دن بھی روزہ رکھ لے۔ تو کیا ایسا شخص

اس ثواب کا مستحق ہو گا یا کسی اور خطاب کا۔ ان لوگوں نے ہمارے متعلق

ذرا غور اور سوچ سے کام نہیں لیا۔ اگر تقوی اور نیک نیتی سے کام لیتے اور ہر ایک پہلو کو سوچتے تو اتنا شور و غوغا نہ کرتے۔ بلکہ ضرور ان کو حق سمجھ آجاتا۔ اور ہلاک نہ ہوتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نیک نیت کو ضائع نہیں کیا کرتا۔

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ کہ موضع مُدّ میں مخالفین کی طرف سے کسی نہ کسی شخص کو خط پہنچتا رہتا ہے۔ کہ محمد یوسف کے گھر کا پانی بند کر دو۔ ان سے میل جول تعلقات لین دین۔ گفتگو سلام پیام سب ترک کر دو۔ اسلئے ان کے خاندان کو سخت تکلیف ہے۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے دیکھ رہا ہے۔ ان کو اس کا اجر دیگا۔ اور ان کے مخالفین کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑیگا۔ ان کو صبر سے کام لینا چاہیئے

ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں جنات کے بارے میں عرض کی کہ ان کا وجود کس قسم کا مانا گیا ہے۔ بعض ان سے چیزیں منگوانیکا دعوے کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ:۔

ہمارا اس پر ایمان ہے عرفان نہیں۔ نیز جنات کی ہمیں اپنی عبادات معاشرت تمدن اور سیاسیات میں کسی قسم کی ضرورت نہیں اسلئے یہ امر ہمارے دائرہ سے باہر ہے ہمارے لئے تو حضرت نبی کریمؐ کا اسوہ حسنہ ہر امر میں موجود ہے جس کی پیروی کر کے ہم اپنی دینی و دنیاوی ضروریات سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ۔ انسانی عمر نہایت تھوڑی سی ہے۔ آئندہ کا سفر بڑا لمبا اور سخت ہے۔ اسلئے انسان کو اس لمبے سفر کے لئے زاد راہ لینے کی ضرورت ہے۔ سارا فکر انسان کو اس کا کرنا چاہیئے۔ ان بیہودہ اور محض لغو کاموں میں وقت ضائع کرنا ایک مومن کی شان سے بعید ہے۔ طاعون کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صلح کرو۔ اور اسی پر پورا بھروسہ کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے بڑھکر دنیا میں کوئی ہستی قادر اور طاقتور نہیں۔ نری لفاظی اور باتونی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ جبتک اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے کوئی نیکی کی بات کسی کے دلمیں نہ گاڑدے خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا جملہ امراض کا علاج ہے۔ میرے نزدیک جو عالمگیر امراض بذریعہ طاعون وغیرہ آتی ہیں۔ ان کا علاج بجز ایمان کے میقل اور یقین کے جلا کے ہرگز ممکن نہیں۔ یہ وبائیں زمینی چیزیں نہیں کہ زمینی لوگ انکا معالجہ کر سکیں۔

چونکہ یہ آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ اسلئے کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ انہیں روک سکے یہ رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ ہوتی ہیں۔ سابقہ انبیاء کے وقت میں بھی یہ بطور عذاب الٰہی نشان ہوتا رہا ہے۔ پس اس کا علاج صرف ایک ہی ہے۔ کہ انسان اپنے ایمان کو اس کی انتہائی غایت تک پہنچا دے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے۔ کہ اس عذاب الٰہی کے آنے سے پہلے اس خدا سے صلح کرلو۔ اور توبہ استغفار کرو۔ اور دعاؤں میں بہت لگے رہو۔ کیونکہ اس آسمانی عذاب کی کوئی دوائی نہیں ہے۔ کیونکہ مرض ہو۔ تب تو اسکی دوائی بھی ہو۔ لیکن یہ تو ایک عذاب الٰہی ہے۔ اور اس کا علاج بجز خالص تقوی اور کوئی نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی خالص متقی ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ اسکے طفیل اس سارے گھر کو عذاب سے محفوظ رکھیگا۔ بلکہ یہانتک کہ اگر اس کا تقوی کامل ہوگا۔ تو وہ اپنے سارے محلہ کا شفیع ہوگا۔ اور ایسا متقی اگر مر بھی جائے۔ تو وہ سیدھا جنت میں جائیگا۔ لیکن ایسے وقت میں کہ طاعونی موت ایک قہر الٰہی کا نمونہ ہو اور بطور نشان کے دنیا پر آئے۔ میرا دل ہرگز اسبات کی شہادت نہیں دے سکتا۔ کہ کوئی کامل متقی اس ذلت کی موت سے مر سکتا ہے۔ میرا ایمان ہے۔ کہ کامل متقی ضرور اس سے بچایا جائیگا۔

بیعت کے بارے میں فرمایا کہ:۔

میں نے بارہا اپنی جماعت کو تاکید کی ہے۔ کہ یہ دھوکا مت کھاؤ۔ کہ ہم بیعت کر چکے ہیں۔ جبتک تم اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے نری بیعت کسی کام کی نہیں۔ اور بیعت کا اصل مقصد خدا تعالےٰ سے سچا تعلق پیدا کرنا ہے۔ جبتک یہ حاصل نہ ہو۔ کچھ بھی نہیں۔ مثلاً اگر ایک مریض شخص کسی طبیب کے نسخے کو استعمال نہ کرے بلکہ اسے ہاتھ میں پکڑے رکھے۔ تو ایسا کرنے سے اسکی مرض تو دور نہیں ہوسکتی۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو ہماری بیعت میں داخل ہو کر اس تعلیم پر عمل نہیں کرتا۔ جو ہم دیتے ہیں۔ خوب یاد رکھو۔ کہ ہمارے ساتھ تعلق رکھنے میں پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ نرا تعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر محض تعلق ہی سودمند ہوتا۔ تو بہت سے مسلمان ایسے خبث باطن اور بدکردار ہیں۔ جنہیں اسلام سے محض برائے نام ہی تعلق ہے۔ لیکن فی الحقیقت وہ اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں۔ فقر پر صبر کرنے والا مفلس سے محروم ہوتا ہے۔ اگر مرید خود عامل نہیں۔ تو پیر کامل اسے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ہماری کتاب کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو۔

اور اسی کی ہدایات کے مطابق اپنے اعمال کو درست کرو۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا تزکیہ نفس ہی خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ یہ طاعون کوئی مرض نہیں ہے بلکہ انسانوں کو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع دلانے کے لئے بھیجی گئی ہے۔ تم اس کے ڈر سے سیدھے نہ بنو بلکہ محض خلوص نیت سے خدا کے ڈر سے سیدھے بن جاؤ۔ تاکہ شرک سے بچ رہو۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس مرض سے صرف غریب لوگ مرتے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ انسانوں کی کتنی بدقسمتی ہے۔ کہ بجائے عبرت حاصل کرنے کے الٹا اعتراضات شروع کر دیتے ہیں پھر بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ یہ صرف بیماری ہے۔ اس کا نماز روزے سے کیا تعلق۔ اسکا علاج تو حکیموں اور ڈاکٹروں سے کرانا چاہیئے غرضیکہ لوگوں کی بیباکی کی یہانتک نوبت پہنچ چکی ہے۔ طاعون تو ایک آئینہ ہے۔ جسمیں سے خدا تعالیٰ اپنا چہرہ دکھانا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ وہ اب چاہتا ہے کہ اسے ظاہر کرے۔ یاد رکھو۔ کہ طاعون کا نام خدا تعالےٰ نے رحمت نہیں رکھا۔ کہ اس سے مرنے والا شہید ہو۔ یہ تو بطور تحدی اور نشان کے آئی ہے جو مومن اور غیر مومن میں فرق کر کے جائیگی اس کا نام رجز رکھا گیا ہے۔ اور ہمارے الہامات میں بھی اسے غضب کہا گیا ہے۔ اس بیماری کے بارے میں بعد تحقیق بسیار اب یہ دریافت ہوا ہے۔ کہ وہ ایک کیڑا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے یہ فرما کر وَاَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ کی خبر دیدی ہے۔ کہ وہ ایک زمینی کیڑا ہوگا۔ جو لوگوں کو کاٹیگا۔ گویا صاف بتلا دیا۔ کہ جب گمراہی اور ضلالت کا زمانہ ہوگا۔ اور لوگوں کا خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رہیگا۔ تو خدا تعالیٰ ایک زمینی کیڑا پیدا کریگا۔ جو لوگوں کو کاٹیگا۔ غرض طاعون خدا تعالیٰ کا ایک قہر ہے۔ جس سے بچنے کے لئے ہر ایک آدمی کو فکر کرنی چاہیئے اور اپنی نجات کا سامان کرنا چاہیئے۔ (البدر جلد ۱ ۵-۶)

۲۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہارشنبہ صبح۔ ظہر۔ عصر کی نمازوں کے وقت کوئی خاص تذکرہ نہ ہوا۔ اور حضرت اقدس حسب معمول نمازیں باجماعت ادا فرما کر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

نماز مغرب حسب معمول باجماعت ادا فرما کر آپ مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں تشریف فرما ہوئے۔ چند ایک نو وارد احباب نے بیعت کی۔ بعد ازاں طاعون کا

ذکر چل پڑا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جو شخص لاپرواہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے لاپرواہ رہتا ہے۔ اب اس موجودہ نزول عذاب طاعون کے بعد بھی اگر کوئی شخص نہ سمجھے اور نیکی کی طرف رجوع نہ کرے تو ایسے شخص کی قسمت ہی بد ہوگی۔

بیعت کرنے والوں میں تین نوجوان ایسے بھی تھے جو صرف ایک ایک دن کی رخصت حاصل کرکے آئے تھے۔ اور عصر کے قریب قادیان پہنچے تھے دوسرے دن انہوں نے کمپ میں حاضر ہونا تھا حضرت اقدس نے ان کے اس اخلاص اور محبت کو دیکھکر فرمایا کہ باوجودیکہ یہ فوجی نوکر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اپنے دین کی محبت ڈالدی ہے اور وہ صدق اور اخلاص لیکر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا صدق اور اخلاص ہر شخص کو نصیب کرے

ایک دوست نے کھڑا ہوکر عرض کی۔ کہ اسکے سر میں ہمیشہ درد رہتا ہے۔ جو خصوصاً موسم گرما میں بہت تنگ کرتا ہے۔ شام کے وقت جب ذرا ٹھنڈک ہوتی ہے تو آرام ہوجاتا ہے۔ ورنہ تمام دن اور گرمی کے وقت اُسے سخت تکلیف رہتی ہے۔ اسلئے اسکی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

آیا اسنے اس مرض کا کوئی علاج بھی کیا ہے۔ یا نہیں؟ اسنے عرض کی۔ کہ بہت علاج کروائے اور وہ ٹکیہ بھی کھائی ہیں۔ کہ جو درد سر کے آرام کے لئے آجکل مشہور ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ:۔

ہڈیوں کا شوربا پیا کرو۔ ہڈیاں ایسی ہوں جنمیں کچھ گوشت چمٹا ہوا ہو۔ ان کو اُبال لیں۔ اور شوربا ٹھنڈا کرلیں۔ تاکہ چربی جم جائے۔ اس منجمد چربی کو شوربہ میں سے نکالدو۔ یا ایک رومال پانی میں تر کرکے اور نچوڑ کر ہڈیوں کے شوربہ کو اس میں سے چھان لو۔ تاکہ چربی اسمیں لگ جائے۔ اور خالص شوربہ رہ جائے اسے استعمال کیا کرو۔ ہم دعا بھی کرینگے۔

پھر اسی شخص نے عرض کی۔ کہ اسکے گاؤں کے مدرسہ کا ایک معلم مولوی سلسلہ کا سخت مخالف ہے۔ اور اسے سخت تکلیف دیا کرتا ہے۔ حضور دعا فرماویں۔ کہ وہ اسکے گاؤں سے دوسری جگہ تبدیل ہوجائے۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے تبسم فرمایا۔ اور اس

دوست کو سمجھایا کہ جب تم اس جماعت میں شامل ہوئے ہو۔ تو اسکی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو حضرت نبی کریمؐ نے مکہ میں تیرہ برس سخت دکھ اٹھائے تم لوگوں کو اُس زمانہ کی تکالیف کا کچھ علم نہیں۔ اور نہ ویسی تکالیف تمکو پہنچی ہیں۔ لیکن حضرت نبی کریمؐ نے اپنے صحابہؓ کو ان تکالیف کے وقت صبر کی ہی تعلیم دی۔ آخر کار آپؐ کے سب دشمن فنا و برباد ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے۔ کہ تم دیکھو گے۔ کہ یہ شریر لوگ بھی نظر تک نہ آئینگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے اس وقت ہمارے مخالف ہم کو تھوڑا دیکھکر دکھ دیتے ہیں۔ لیکن جب یہ جماعت کثیر ہو جائیگی۔ تو یہ خود بخود ہی خاموش ہو جائینگے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے تمہیں صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑا عرصہ صبر کر لینے کے بعد دیکھو گے۔ کہ مخالف کہیں نہ رہینگے۔ جو شخص مومنوں کو دُکھ دیتا ہے۔ یا تو وہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور یا فنا ہو جاتا ہے۔ باہر سے کئی خط اس مضمون کے آتے رہتے ہیں کہ مخالف ہمیں گالیاں دیا کرتے تھے اور اسے ثواب کا کام جانتے تھے۔ لیکن اب وہ اس سے توبہ کرتے اور بیعت کرتے ہیں۔ صبر بھی ایک عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ صبر کرنے والوں کو وہ بدلے لینگے۔ جنکا کوئی حساب نہیں ہے۔ یعنی ان پر بے حساب انعامات نازل ہونگے۔ یہ اجر صرف صابروں کیلئے ہے۔ دیگر عبادات کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے جب ایک شخص ایک دوسرے شخص کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ تو جب اول الذکر کو دُکھ پر دُکھ پہنچتا ہے۔ تو آخر موخر الذکر کو غیرت آجاتی ہے۔ اور وہ دکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت بھی خدا کی حمایت میں ہے۔ ہمارے دکھوں اور تکلیفوں پر اسے غیرت آئیگی اور وہ ہمارے مخالفین کو تباہ کر دیگا۔ دکھ برداشت کرنے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی اعلےٰ کوئی شئی نہیں ہے۔

اسکے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے ڈوئی کا اخبار سنایا۔ اسکے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے اس زمانہ کے بارہ میں فرمایا کہ۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ ہندو بھی کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ایک بڑے اوتار کا ہے۔ نواب صدیق الحسن خان صاحب نے لکھا ہے۔ کہ نزول مسیح کے زمانہ کے بارے میں کوئی شخص چودھویں صدی سے آگے نہیں بڑھتا۔

یعنی گذشتہ بزرگوں کے مکاشفات و اخبارات مسیح کے نزول کا زمانہ چودھویں صدی قرار دیتے ہیں) انسان کی ترقی عمر بھی چودہ سال تک ہی معلوم ہوتی ہے۔ جیساکہ قرآن شریف میں بھی ہے۔ وَقَدَّرْنَا مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۵

ایک حافظ قرآن نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ وہ کوشش کرتا ہے کہ قرآن کی میری منزل ٹھہر جائے لیکن وہ ناکام ہی رہتا ہے۔ اسکے لئے دعا فرمائی جائے حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ قرآن خود یہ خاصیت رکھتا ہے۔ کہ اس نقص کو رفع کردے۔ خوب محبت اور بستگی سے پڑھتے رہو۔ ہم بھی دعا کرینگے۔

عشا کی نماز باجماعت ادا فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے (البدر جلد ۱ ع ۶-۵)

۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے سیر کے لئے بھی تشریف نہ لے گئے ظہر و عصر کی نمازیں بھی باجماعت ادا فرمائیں۔ لیکن بعد نماز عصر دوران سر کثرت سے رہا اور ہاتھ پاؤں سرد ہوتے رہے۔ اسلئے آپ مغرب و عشا کی نمازوں کے لئے باہر تشریف نہ لاسکے۔ اور اندر ہی نمازیں ادا فرمائیں۔

۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد مبارک میں باجماعت ادا فرمائی۔ اور نماز جمعہ کو مسجد اقصےٰ میں جماعت کے ساتھ ادا فرمایا۔ اور نماز جمعہ کے بعد مولوی غلام علی صاحب احمدی مرحوم سکنہ جہلم کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ نماز عصر کے بعد آپ نے بمبئی کے ایک عیسائی اخبار کا مضمون سنا۔ جسنے آپ کی نسبت نہایت ناشائستہ الفاظ لکھے تھے مغرب کی نماز باجماعت ادا فرمانے کے بعد آپ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما ہوئے جعفر زٹلی لاہوری اخبار آپ کی خدمت میں سنایا گیا۔ جسنے لکھا تھا۔ کہ یہ بیان حضرت اقدسؑ کا غلط ہے۔ کہ کتاب اعجاز احمدی پانچ دن میں تیار ہوئی۔ بلکہ اس کتاب کا مسودہ ایک عرصہ سے تیار ہو رہا تھا۔ صرف مدعے واقعات کا تھوڑا سا مضمون ان ایام میں بنالیا گیا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اس صریح جھوٹ پر تبسم فرمایا۔ اور کہا کہ نہ معلوم ان لوگوں کو اس قدر جھوٹ پر کیوں جرأت ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر ایک بات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ

کے اختیار میں ہے۔ جبتک اسکی طرف سے تحریک نہ ہو ہم کچھ بھی نہیں کیا کرتے۔ ارادہ ہے۔ کہ طبیعت کے درست ہو جانے پر کتاب نزول مسیح کو مکمل کیا جائے اور اسکے بعد ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا جائے۔ جسمیں دلائل کی بنیاد مندرجہ ذیل تین باتوں پر رکھی جائے جنکو ہر ایک نبی پیش کرتا رہا ہے۔ اول نصوص دوم معجزات سوم عقل۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ انسانی عادت کی مثال بھی زنگ کی طرح ہے۔ جب کسی بات کی عادت پختہ ہو جائے۔ تو اسکے مقابل خواہ ہزارہا قسم کے دلائل ہوں ان کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا مثلاً جیسا کہ ہندوؤں کے دل پر گنگا کی عظمت اتنی بیٹھی ہوئی ہے۔ کہ اگر ان سے اس عظمت کے دلائل دریافت کئے جائیں۔ تو کچھ نہ بتا سکیگا۔ لیکن صرف عادت کے طور پر اسکی بزرگی اور عظمت کو مانتا ہی چلا جائیگا۔ اسی طرح ہمارے مخالف مسلمانوں کا نزول مسیح کے بارہ میں ایک پختہ خیال بطور عادت کے دلوں میں راسخ ہو گیا ہے۔ اور وہ یہی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہونگا۔ اور یہ خیال انکو دِق کے مرض کی طرح لگا ہوا ہے۔ لیکن میرا خدا ہر ایک شئے پر قادر ہے اور وہ اس مرض کے دفعیہ کے ہزارہا سامان پیدا کر دیگا۔

اسکے بعد آپنے جمعہ کے روز کی تعطیل کے لئے ایک میموریل دربار دہلی کی تقریب پر گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کرنے کی تجویز فرمائی اور اس تجویز کو عام طور پر شائع فرما دینے کا ارشاد کیا۔

بعد ازاں ترقی جماعت کے بارے میں آپنے فرمایا کہ گذشتہ تین سالوں سے پہلے ہماری جماعت صرف چند سو تھی جو ان تین سالوں میں بڑھکر ایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی باوجودیکہ اندرونی اور بیرونی مخالفوں نے کوئی فرق مخالفت میں باقی نہ چھوڑا ہر قسم کی مزاحمت میں ناخنوں تک زور لگایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کیسا عظیم الشان امر ان تین سالوں میں ظاہر کیا۔ کہ ہماری ترقی کئی گنا کر دی۔ اسکے بعد سول ملٹری گزٹ اور پاؤنیر اخبارات سے ٹیکہ طاعون کے باعث ملکوال میں جو ۱۹ اموات ہوئی تھیں ان کا حال آپکی خدمت میں سنایا گیا۔ (البدر ۵-۶ جلد ۱)

۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء روز شنبہ صبح کی نماز آپنے باجماعت ادا فرمائی۔ اور آٹھ بجے کے بعد آپ سیر کے لئے تشریف

لے گئے اور احباب بھی ہمراہ تھے راستہ میں حادثہ ملکوال کے بارہ میں سلسلہ گفتگو چل پڑا۔ آپنے فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمت ہے کہ ہم نے اپنی کتاب کشتی نوح میں صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ اگر آسمانی ٹیکہ کے علاوہ اسکے مقابلے پر کسی اور تدبیر سے زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے تو ہمارا دعوے جھوٹا۔ ورنہ سچا اس ٹیکہ کے انتظام پر گورنمنٹ کا لکھوکھہا روپیہ خرچ ہوچکا ہے پھر بھی اموات کا سلسلہ رُکنے میں نہیں آتا۔ اسمیں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ ہماری کتاب کشتی نوح پر بڑے بڑے متعصب اخبارات نے حتی کہ مصر کے اخبار اللوا نے بھی مخالفت میں مضمون شائع کئے۔ اب ان واقعات کو دیکھکر ان کی روسیاہی ہونے میں کیا شک باقی رہا حق کا رعب ایسا ہوتا ہے۔ کہ مخالفین کے منہ بند ہوجاتے ہیں۔ ان حالات پر نہ معلوم اخبار اللوا کیا لکھیگا۔ اور شرمندگی حاصل کریگا یا نہیں ابھی تو سالہ پیشگوئی کے خاتمہ کی میعاد دسمبر کے آخر تک ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کیا نشان ظاہر ہو۔ چند دن انتظار کر کے طبیعت کے درست ہوجانے پر ان اموات کے مفصل حالات دریافت کر کے اخبار اللوا کے سامنے پیش کئے جائینگے۔ امید ہے کہ یہ اسکے لئے تازیانہ کا کام دینگے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طاقتیں ہیں۔ اور اسی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کے چمکانے اور ہمارے سلسلہ کی تائید میں اس کثرت سے زور دے رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے مخالفوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ یہ بھی سنتہ اللہ ہے کہ حق کے مکذبین کی تکذیب اللہ تعالیٰ کے نشانات کو کھینچنے کا موجب ہوتی ہے۔ جب ان کی تکذیب ٹھنڈی پڑجائیگی تو نشاناتِ الٰہی بھی ٹھنڈے پڑجائینگے۔ اس کی مثال اسطرح ہے کہ جیسے برسات کے موسم میں جسقدر گرمی زیادہ پڑتی ہے۔ اسی قدر زور سے بارش برستی ہے اللہ تعالیٰ نے منہاج نبوۃ کا نظارہ دکھلا دیا ہے۔ اور ہماری تائید میں کیا کچھ کر دکھایا ہے۔ نہ زمینی نشانات میں کمی کی نہ آسمانی نشانات میں۔ مگر ہمارے مخالفین نے کسی بات سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ ان لوگوں کا ہمیشہ سے خیال چلا آتا ہے۔ کہ صدی کے سر پر کوئی مجدد آیا کرتا ہے۔ لیکن اسوقت صدی پر بیس سال گذر گئے ہیں۔ اور ابھی تک انکو سمجھ نہیں آئی۔ کہ کوئی مجدد آچکا ہے۔ اب تو قیامت کا سامنا باقی ہے۔ اور تو کوئی کسر باقی نہیں رہی ایک مخالف نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا۔ کہ آپکی مخالفت میں لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی مگر ایک بات کا جواب ہمیں نہیں آتا۔ کہ باوجود اتنی سخت مخالفت کے آپ ہر بات میں کامیاب

ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ تائید آپکی کیوں ہوتی ہے۔ پس یہ بات عقلمندوں کو فکر میں ڈال رہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اتنا کامیاب و بامراد کیوں کرتا جارہا ہے درحقیقت ایمان کی لذت بھی اس میں ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نصرتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور تب ہی اسکی آنکھیں کھلتی ہیں۔ جب وہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ جس بات پر وہ ایمان لایا ہے۔ وہی سچ ہے تو پھر اسکی تائید اور ترقی میں جان دینے کو بھی تیار ہوجاتا ہے اور جبتک اللہ تعالیٰ کی نصرتیں چمک کر ظاہر نہیں ہوتیں تبتک اسکی حالت مذبذب رہتی ہے لیکن جونہی انکی چمک اسے نظر آجاتی ہے۔ تو وہ اسکے سینہ کی تمام غلاظتوں کو دور کردیتی ہے۔ یہ بڑی ہی خوشی کی بات ہے۔ اور گویا اب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کا تزکیہ نفس کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اولیا اللہ کون ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے ہی تو ہوتے ہیں۔

ہمارا یہ بھی ایک الہام ہے۔ کہ آگ سے ہمیں مت ڈر آگ ہماری غلام بلکہ **غلاموں کی غلام ہے**۔ یہ خدا کی بات بھی کس طرح سے پوری ہورہی ہے۔ وہ آگ طاعون ہی تو ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ بہشتی لوگ ایک دفعہ دوزخ کی سیر کو جائینگے۔ اور ایک پاؤں آگ پر رکھینگے یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کس طرح جلاتی ہے۔ تو دوزخ کی آگ کہیگی۔ کہ اے مومن ذرا پیچھے ہٹ جا۔ کیونکہ تو تو مجھے بجھاتا ہے۔ اتنے میں حضرت اقدسؑ کا دولتخانہ آگیا۔ اور آپ اندر تشریف لے گئے۔

ظہر کی نماز حضرت اقدسؑ نے باجماعت ادا فرمائی۔ اور عصر کی نماز سے پہلے آپ نے تھوڑی دیر مجلس فرمائی۔ اور آپنے ایک خواب کا ذکر فرمایا جسے آپنے دو ہفتہ ہوئے دیکھا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آپ ایک مقام پر کھڑے ہیں۔ تو ایک شخص آکر چیل کیطرح جھپٹا مار کر آپ کے سر پر سے ٹوپی اتار کر لے گیا۔ پھر اسکے بعد دوسری بار حملہ کرکے آیا۔ کہ آپ کا عمامہ بھی اُتار کر لے جائے۔ مگر آپ اپنے دل میں مطمئن ہیں۔ کہ وہ عمامہ کو نہیں لے جاسکتا۔ اتنے میں ایک نحیف الوجود شخص نے اسے پکڑ لیا۔ لیکن آپ کا قلب شہادت دیتا تھا۔ کہ یہ شخص دل کا صاف نہیں ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آگیا۔ جو قادیان کا رہنے والا تھا۔ اسنے بھی اسے پکڑ لیا۔ اور آپ جانتے تھے۔ کہ مؤخر الذکر ایک مومن متقی ہے پھر اس مجرم کو عدالت میں لے گئے۔ تو حاکم عدالت نے اسے جاتے ہی ۴ یا ۶ یا ۹ ماہ کی

قید کا حکم دیدیا۔ اسکے بعد آپ نماز عصر باجماعت ادا فرماکر اندر تشریف لے گئے۔
نماز مغرب آپنے باجماعت ادا فرمائی جسکے بعد شیخ نور احمد ملہم اور نور بخش صاحب جالندھری نے آپ کے سامنے نذر گذاری اور موخر الذکر نے بیعت کر لینے کے بعد عرض کی۔ کہ اخبار الحکم میں اسنے یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ غیر از جماعت احمدیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ اسپر آپؑ نے فرمایا یہ درست ہے۔ اگر مسجد غیروں کی ہے۔ تو گھر میں پڑھ لو۔ اکیلے پڑھ لو حرج نہیں اور تھوڑے سے صبر کی بات ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کی مسجدوں کو برباد کرکے ہمارے حوالے کردیگا۔ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو کچھ عرصہ صبر کرنا پڑا تھا۔
طاعون کی بیماری سے ہندوؤں کے زیادہ مبتلا ہونے اور مرجانے پر فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا (الرعد ع۱۲) ہم دور دور سے زمین کو گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ یہ عادت اللہ ہے۔ کہ عذاب کا شروع ایسے لوگوں سے ہوتا ہے۔ جو دور دور رہوتے ہیں اور ضعیف اور کمزور ہوتے ہیں۔ بیوقوف لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ عذاب صرف انہیں لوگوں کیلئے ہے۔ ہمارے لئے نہیں۔ لیکن آخر عذاب لپک کر ان تک جا پہنچتا ہے۔ جنکو خبر نہیں ہوتی۔ اور بے پرواہی میں پڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اسمیں حکمتیں ہوتی ہیں۔ کہ وہ ایسے لوگوں کو مہلت دیتا ہے کہ یا تو توبہ کرلیں اور ریاشوخی میں ترقی کرجائیں تاکہ عذاب کے مستحق ہوجائیں۔ لوگوں کو اس طاعون کی بیماری کی اصل وجہ کا پتہ نہیں۔ اسلئے وہ مجھے لکھتے رہتے ہیں اور اشتہارات میں شائع کرتے ہیں۔ کہ دوسری امراض کی طرح یہ بھی ایک مرض ہے۔ جس کا علاج ہوسکتا ہے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو انہیں لازم ہے۔ کہ ڈاکٹروں سے اس کا علاج دریافت کریں اسکا کوئی خاص علاج نہ ہونے کی وجہ سے ہی اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور کو لکھنا پڑا۔ کہ ہم کہاں تک اسپر پردہ ڈالیں۔ خود گورنمنٹ کو بھی اس ٹیکہ طاعون سے بہت سی تکالیف اور مشکلات کا سامنا ہوا ہے۔ طاعون کی تین اقسام ہیں اسکی خفیف قسم میں صرف گلٹی نکلتی ہے۔ اور بخار نہیں ہوتا دوسری قسم میں گلٹی کے ساتھ بخار بھی ہوجاتا ہے۔ اور تیسری مہلک قسم میں نہ بخار ہوتا ہے۔ نہ گلٹی نکلتی ہے انسان سویا سویا مرجاتا ہے۔ ہندوستان کے بعض دیہات میں ایسا ہوا ہے۔ کہ دس آدمی رات کو سوئے۔ تو صبح کو سارے کے سارے

ہی مرے ہوئے پائے گئے۔ طاعون کا مادہ طعن ہے۔ اور یہ شرارتوں بدکاریوں اور استہزاء کی وجہ سے آتی ہے۔ ہمارے کہنے پر یہ لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں لیکن ان کو آخر پتہ لگ جائیگا۔ جو لوگ خدا رسول کے بارہ میں بکواس کیا کرتے ہیں۔ اُن پر یک لخت پتھر نہیں پڑا کرتے سب سے پہلے ان کو عذاب کی آگ دور سے دکھلائی جاتی ہے۔ تاکہ وہ اسکے قریب آنے سے پہلے توبہ کریں۔

شیخ نور احمد صاحب نے عرض کی۔ کہ اب بھی کئی مخالف یہی کہتے ہیں۔ کہ ان کو طاعون کیوں نہیں آتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدکار لوگ انبیاء سے خود ہی عذاب طلب کیا کرتے تھے۔ کم بخت لوگ یہ نہیں کہتے۔ کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیکی کی ہدایت دے بلکہ اُلٹا طاعون ہی مانگتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگ دہریہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ان کو ایمان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت اپنا چہرہ دکھانا چاہتا ہے۔ اس زمانہ میں جسقدر عیاشی۔ فسق و فجور۔ حقوق العباد میں ظلم وغیرہ ہو رہے ہیں۔ اسکی کوئی انتہا ہی نہیں۔ بعض لوگ ہماری نسبت کہدیتے ہیں۔ کہ دوسرے دکانداروں کیطرح یہ بھی ایک دکاندار ہے۔ لیکن عنقریب اللہ تعالیٰ اُن پر ظاہر کر دیگا۔ کہ دکان تو ہے۔ لیکن خدا کی دکان ہے۔ آسمان سے صریح طور پر کشش ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ارادے ظاہر ہو رہے ہیں۔ کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ میرا ایک پرانا الہام ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ اَمْرَكَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا براہین احمدیہ کے وقت سے اب اسے دیکھو۔ کہ کیسا برابر ایک سلسلہ چلا آرہا ہے۔ میں اس امر پر ایک دفعہ غور کرتا رہا۔ کہ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ اور يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ہر دو الہامات میں کیا مناسبت ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اول الذکر سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اسی کثرت سے لوگ آئینگے۔ تو قادیان جیسی چھوٹی سی بستی میں ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی ضروری ہونا چاہیئے۔ اسلئے فرمایا۔ کہ يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ یعنی وہ ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور تحائف بھی خود ہی ہمراہ لائینگے۔ اور قادیان کے لوگ اسبات سے خوب واقف ہیں۔ کہ ان الہامات کے نزول کے وقت میری کیا حالت تھی۔ کیا یہ انسان کا کام ہے۔ کہ عرصہ دراز کے بعد جو بات ہونے والی ہو۔ وہ اس قدر عرصہ پہلے سے بتا دے اسی لئے جو شخص یہاں آتا ہے۔ اور جو تحفہ اور نذر وہ لاتا ہے۔ وہ ایک نشان ہی ہوتا ہے۔

اور اگر اسطرح سے ہم حساب کریں۔ تو پچاس لاکھ تک نشانات کی تعداد پہنچتی ہے۔
حاضرین میں سے ایک شخص نے اپنی خانگی تکالیف کا ذکر آپکی خدمت میں کیا۔ تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر پورا توکل۔ یقین اور امید رکھو۔ تو وہ تمہارے سب کام آسان کر دیگا۔ اور ہمیں دعا کیلئے ہمیشہ بذریعہ خطوط یاد دہانی کراتے رہو۔
اسکے بعد نماز عشا باجماعت ادا فرما کر حضرت اقدس اندر تشریف لیگئے (البدر ۵ جلد)

۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ صبح کی نماز باجماعت ادا فرما کر حضرت مسیح موعودؑ اندر تشریف لے گئے۔ اور آٹھ بجے کے قریب سیر کیلئے باہر تشریف لائے۔ راستہ میں طاعون کے بارہ میں مختلف قسم کی گفتگو ہوتی رہی جسکے دوران میں آپنے فرمایا کہ:۔
مجھے تو اسمیں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے۔ کہ اس سے خدا کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ ایمان کی جڑ تقوی اور طہارت ہے۔ اسی سے ایمان کی آبپاشی ہوتی اور نفسانی جذبات دبتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ اسوقت ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کا وجود ثابت ہو جائے۔ میںنے براہین احمدیہ کے آخری اوراق کو دیکھا۔ تو ان میں یہ الہام درج تھا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا اور دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ پر خدا اسکو قبول کریگا۔ اور زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔" اسپر مجھے خیال آیا۔ کہ اسوقت دنیا کہاں تھی۔ اور اسوقت ہمارا دعوی بھی نہ تھا۔ لیکن اس الہام میں ایک پیشگوئی تھی۔ جو اسوقت طاعون پر صادق آرہی ہے۔ اور زور آور حملوں سے طاعون مراد ہے۔ اسکے بعد اعجاز احمدی کے بارہ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کاذب کو بھی ایسی ہی بے نظیر ترقی ملتی ہے۔ جیسا کہ ہم کو ملی۔ تو پھر صادق کی تو مٹی پلید ہے۔ واقعات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں کچھ ایسی ارواح موجود ہیں کہ ان کی آنکھیں ایک بڑا انقلاب دیکھکر کھلینگی۔ اور انکی حالت ابوسفیان کی طرح ہوگی۔ جو بڑا ضعیف القلب اور کم فراست والا آدمی تھا۔ کہ جب حضرت نبی کریمؐ نے مکہ فتح کر لیا تو اسے فرمایا کہ کیا تجھے ابھی تک میری سچائی کا پتہ نہیں لگا۔ تجھپر واویلا۔ کہ اسمیں انسانی ہاتھ کا کام نہیں۔ اسپر اسنے جواب دیا۔ کہ بیشک اب اسے سمجھ آگئی ہے۔ کہ تیرا خدا سچا ہے اگر ہمارے بتوں میں کچھ طاقت ہوتی۔ تو وہ اسوقت ہماری مدد کرتے۔ پھر جب حضرت نبی کریمؐ نے اسے فرمایا۔ کہ کیا تو اب میری نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ تو اسنے تردد کیا۔ گویا توحید

تو اسکی سمجھ میں آگئی۔ لیکن نبوت کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ بعض لوگوں میں مادہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ انہیں کم فراست ہوتی ہے۔ حالانکہ جو توحید کی دلیل تھی وہی دلیل نبوت کی سچائی کی تھی۔ لیکن چونکہ وہ ہر دو میں تفریق کرتا رہا اسلئے نبوۃ اسکو سمجھ نہ آسکی۔ اب اسوقت بھی یہی حال ہے۔ کم فراست والوں کی فراست سے ہمارا دعویٰ بالاتر ہے لیکن چونکہ سب انسان ایک طبقہ کے نہیں ہوتے۔ بلکہ سعید لوگوں کے دلوں پر نیکی کا اثر جلدی پڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کا حال تھا۔ انسانوں میں کئی اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ کئی اوسط درجہ کے اور کئی کمتر درجہ کے میری ایک پرانی وحی ہے۔ لِلّٰہِ قَانِ سُجَّدًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قول وہ قوم کہیگی جو بعد میں ہمارے سلسلہ میں داخل ہوگی اور اسی کیلئے ذیل کی وحی میں خوشخبری ہے۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۵ اللہ تعالیٰ نے میرے ایک الہام میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا نام فرعون رکھا ہے۔ اور مولوی نذیر حسین دہلوی کا نام ہامان ہامان کو تو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اور وہ نامراد مر گیا اور میرا استنباط ہے۔ کہ جس طرح فرعون نے غرق ہوتے وقت کہا اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ ویسے ہی یہ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی بھی کہیگا۔ حضرت محی الدین ابن عربی نے کہا ہے۔ کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے۔ یہ ضرور ہے۔ کہ اسنے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا۔ لیکن وہ آخری وقت خدا پر ایمان لانے سے جہنم میں نہ جائیگا۔ شاید یہ رعایت اسکے ساتھ اسلئے ہو۔ کہ اسنے اپنے گھر میں حضرت موسیٰؑ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی۔ انکو تعلیم دلوائی اور تربیت دی۔ لیکن ہمارے نبی کریمؐ کو دوسرے انسان سے تعلیم و تربیت پانے کا خدا نے موقعہ نہ دیا۔ بلکہ خود خدا نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت اپنے ہاتھ سے کی اور خدا نے ہی آپ کو سب کچھ سکھایا۔

سیر سے واپسی کے وقت ایک نو وارد حافظ صاحب نے آپؑ سے مصافحہ کر کے عرض کی۔ کہ وہ چونکہ نابینا ہے۔ اسلئے ذرہ سی دیر کھڑے ہو کر اسکی عرض سن لی جائے۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ کھڑے ہو گئے۔ تو اس نو وارد نے عرض کی۔ کہ وہ آپ کا عاشق ہے۔ اور چاہتا ہے۔ اسکی غفلت دور کرنے کے لئے وظیفہ بتایا جائے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ نماز اور استغفار کی کثرت دل کی غفلت دور کرنے کیلئے بہترین علاج ہیں۔

استغفار بہت کیا کرو اور نمازوں میں خدا سے دعائیں مانگا کرو۔ کہ وہ تم میں اور تمہارے گناہوں میں دوری ڈالدے۔ صدق سے انسان دعا کرتا ہے۔ تو اسکا کسی وقت قبول ہوجانا یقینی امر ہے۔ جلدی اور بے صبری سے کام نہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ بے صبری کرنے والے بدنصیب مردود اور بدبخت رہتے ہیں۔ جلدی کرنی اچھی نہیں ہوتی۔ دیکھو زمیندار ایک کھیت بوتا ہے تو جلدی سے اسی وقت اسے کاٹ نہیں لیتا۔ بلکہ پختگی تک نہایت صبر سے انتظار کرتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک انسان کنواں کھودنا شروع کرے اور بیس ہاتھ گڑھا کھود کر چھوڑ دے حالانکہ ایک ہاتھ مزید کھودنے پر پانی موجود تھا۔ لیکن وہ بیس ہاتھ کھود کر تھک کر رہگیا۔ تو گویا اسنے ذرا سی بے صبری سے اپنی ساری محنت کو برباد کردیا۔ اگر وہ صبر سے اسے کھودتا رہتا اور باقی ایک ہاتھ بھی ختم کرلیتا۔ تو گوہر مقصود کو پالیتا۔ اسیطرح سنت اللہ ہے۔ کہ وہ ذوق شوق اور اپنی معرفت کی نعمت کسی قدر محنت اور دکھ کے بعد عطا کرتا۔ اہل اللہ کی بھی یہی عادت تھی۔ اگر ہر ایک نعمت آسانی سے بلا محنت و مشقت ملجائے تو اسکی قدر نہیں ہوا کرتی شیخ سعدیؒ نے کیا عمدہ کہا ہے ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

خوب یاد رکھو۔ کہ مخالفت نفس بھی ایک عبادت ہے۔ مثلاً انسان سویا ہوا ہوتا ہے ادھر سے اذان ہوتی ہے۔ نفس چاہتا ہے۔ کہ ذرہ اور سولے۔ لیکن اگر انسان ایسے وقت مخالفت نفس کرکے مسجد میں چلا جائے۔ تو اس مخالفت پر بھی ایک ثواب ہوتا ہے۔ اور مخالفت نفس پر ثواب رہتا ہے۔ جبتک کہ انسان عارف ہوجائے جس کے بعد اسپر کوئی ثواب نہیں۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ جب انسان عارف ہوجاتا ہے۔ تو پھر اسکی عادت کا ثواب ضائع ہوجاتا ہے۔ کیونکہ پھر عبادت الٰہی کرنا اسکی عادت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ ہوجاتا ہے۔ جب نفس امارہ نہ رہا تو ثواب کیسے رہا۔ ثواب کا ضائع جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ ہر نیکی کا اجر نقد پالیتا ہے قرآن شریف میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (پ۲۷) یعنی جب جنتی زندگی میں داخل ہوگیا۔ اور جو کچھ اسکا مقصود تھا حاصل ہوگیا۔ تو اب اجر کیسا۔ ایسی حالت بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہانتک صبر کرنا ہوتا ہے کہ اسکا دل یقین کرلے کہ اس جیسا کوئی دوسرا صابر نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ مہربان ہوکر اسکے لئے دروازہ کھولدیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور اہل اللہ کا قول ہے۔ کہ جب انسان

عارف ہوجاتا ہے۔ تو اسکی تمام عبادات ساقط ہوجاتی ہیں۔ اور اسکی تشریح وہ اسطرح کرتے ہیں۔ کہ اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ وہ عبادات ترک کردیتا ہے۔ یا نماز روزہ اسے معاف ہو جاتا ہے۔ نہیں۔ بلکہ عبادات کی بجا آوری میں جو اسے تکلیف ہوتی ہے۔ وہ ساقط ہوجاتی ہے اور عبادات اسکے محبوبات نفس میں شامل ہوگئیں جس طرح سے صبح شام کا کھانا اور پینا اسکے محبوبات نفس تھے۔ ایسا ہی نماز و روزہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی دوسرا نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کرسکتا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں کرسکتا۔ انسان نہایت بے صبر ہے۔ وہ صبر سے کام نہیں لیتا بلکہ بہت جلد تھک کر بے صبر ہوجاتا اور اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ صبر سے کام لیں اور بے صبری سے تھک نہ جائیں۔

ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ وقتاً فوقتاً ہمارے پاس آتے رہیں۔ اور کچھ دن یہاں رہا کریں انسان کا دماغ جسطرح خوشبو سے حصہ لیتا ہے۔ اسی طرح زہریلی صحبت کا اثر بھی قبول کرتا ہے۔

یہ بھی کچھ عادت اللہ ہی ہے۔ کہ جب کوئی خدائی سلسلہ دنیا میں آتا ہے۔ تو دنیا کے لوگ ہمیشہ راستبازوں کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں سینکڑوں کاذب مکر و فریب سے لوگوں کو لوٹنے والے اور ان کے ایمان غارت کرنے والے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی مخالفت نہیں کرتا چونکہ راستباز کی مخالفت پر شیطان کمربستہ ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ شیطان کا مظہر ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ اسکی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ حضرت نبی کریمؐ کی مخالفت جو مکہ والوں نے کی۔ وہ تو ہم میں سے کسی نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ لیکن اپنی مخالفت کا حال دیکھکر یقین ہوتا ہے۔ کہ اسوقت کیا حال ہوگا۔

ابوجہل کو آنحضرتؐ نے اس امت کا فرعون فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ پرلے درجہ کا متکبر سرکش اور بیدین تھا۔ اول تو اسکو ایمان نصیب نہ ہوا دوم اپنا سر کاٹنے والے کو کہا۔ کہ ذرا گردن لمبی کرکے کاٹنا تاکہ دوسروں سے اسکا سر بڑا دکھائی دے۔ گویا مرتے دم تک تکبر نہ چھوڑا میرے نزدیک ابوجہل فرعون سے بڑھکر متکبر تھا۔ کیونکہ فرعون نے تو آخر مرتے وقت کہا۔ اٰمنت بہ بنوا اسرائیل (پ ۱۱ ع ۱) لیکن اسے ایمان نصیب نہ ہوا۔ مکہ معظمہ میں سارا فساد اسی کے وجود سے تھا۔ اس کا اصل نام عمرو تھا۔ دوسرا عمر حضرت فاروق رضؓ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مکہ کے ان دو نو عمروں میں سے ایک کو تو اپنی طرف کھینچ لیا اور دوسرا بے نصیب

رہ گیا۔ حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ کر تابعداری اختیار کر لی تو خدا نے ان کو بادشاہ بنا دیا۔ اور دوسرا عمر متکبر بنا رہا ہے۔ اور دوزخ میں گیا۔ ایک وقت آیا۔ کہ مکّہ کے تمام لوگ سمجھ گئے کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ اور اسمیں داخل ہو گئے۔ لیکن یہ مرتبہ اسی کو ملتا ہے۔ جو تنگی کے زمانہ میں ساتھ دیتا ہے۔

پھر فرمایا۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ قرآنی الہام ہے۔ اسی طرح یہ مجھ پر بھی الہام ہوا ہے۔ کہ بجنت مخالفان اسلام حضرت نبی کریمؐ کو جسمانی روحانی اولاد دونوں سے ابتر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تجھے کثرت سے اولاد عطا کی۔ جسکے بعد آتا ہے۔ کہ نحر یعنی قربانی اولاد کیلئے عقیقہ کے موقعہ پر کی جاتی ہے۔ پس اگر آپ کی روحانی اور جسمانی اولاد نہ ہوتی۔

. . . . . .

تو قربانی کا حکم کس لئے آیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرتؐ کی روحانی اور جسمانی اولاد کثرت سے دنیا میں موجود ہے۔ ہمارے مخالف ہماری نسبت بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی اطلاع دی۔ کہ تمہاری بھی روحانی اور جسمانی اولاد کثرت سے ہو گی۔ سو خدا کی راہ میں قربانی کرو۔

اشتہار کے متعلق ذکر آجانے پر فرمایا۔ کہ غزنویوں کو بھی ضرور اشتہار بھیجو۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی صالح آدمی تھے۔ خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا۔ شائد انہیں سے کسی کی سمجھ میں آجائے۔ مولوی عبداللہ صاحب کو میں نے ایک دفعہ رویا میں دیکھا۔ کہ میں قرآن کھول کر بیٹھا ہوں۔ تو الہام ہوا۔ هذا کتابی۔ وهذا عبادی۔ فاقرأ کتابی علی عبادی۔ شاید ان لوگوں میں سے کسی کو ہدایت ہو جائے اس زمانہ میں قرآن کی عظمت لوگوں کے دلوں سے اڑ گئی ہے۔

حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا۔ کہ جاہلیت کے زمانہ میں تو آپ بڑے غصّہ والے تھے اب مسلمان ہو کر غصہ دور ہو گیا آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ دور تو نہیں ہوا۔ البتہ میرے تابع ہو گیا ہے۔ اور اب ٹھکانے پر چلتا ہے۔

ظہر کی نماز سے پہلے تھوڑی دیر حضرت مسیح موعودؑ باتیں کرتے رہے۔ اور لاہور سے آئے ہوئے چند دوستوں سے ملاقات فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد فرمایا کہ یہاں ہر قسم کا امن ہے۔ کابل کی سلطنت کی رعایا تو ایک طرح سے اسیر اور مفید ہے۔ وہ اپنے ملک

سے باہر جانا چاہیں تو اُن پر کئی قسم کی پابندیاں اور نگرانیاں کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے اس مبارک سلطنت کے ماتحت رکھا ہے۔

پھر دوسرے ذکر کے دوران میں فرمایا۔ کہ جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں وہ مرد نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔

پھر فرمایا۔ جو لوگ خدا کی پرواہ نہیں کرتے اور جان بوجھکر اسکے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔ کہ انہوں نے ہمارا انکار کیا۔ یہ آثار اچھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض وقت انصاف پسند کافر کو ظالم کلمہ گو کے مقابلہ میں پسند کرتا ہے۔ اس سلسلہ کیلئے گورنمنٹ انگلشیہ کے سوا دوسری حکومتیں سخت مضر ہیں کیونکہ امین امن نہیں۔ (البدر جلد ۱ ۔ الحکم جلد ۶ ۴۴)

یکم دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ صبح کی نماز حضرت مسیح موعودؑ نے باجماعت ادا فرمائی اور حسب معمول آٹھ بجے کے قریب باہر سیر کے لئے تشریف لائے۔ اور آتے ہی فرمایا کہ:۔

آج کا ہی دن سیر کیلئے ہوگا۔ کیونکہ کل سے انشاء اللہ ماہ رمضان شروع ہو جائیگا۔ اسلئے آئندہ چار یا پانچ یوم تک سیر بند رہیگی۔ تاکہ طبیعت روزے کی عادی ہو جائے۔ اور تکلیف محسوس نہ ہو۔

راستہ میں شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر اخبار الحکم نے عرض کی۔ کہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ نے لکھا ہے کہ شروع سال میں اعجاز احمدی کا جواب اعجازی طور پر شائع ہوگا۔ اور اسکے لئے اسنے لوگوں سے تین ہزار روپیہ چندہ طلب کیا ہے۔ تاکہ اس روپیہ سے وہ کتاب شائع کر سکے اور دس ہزار روپیہ انعام حاصل کرے۔ گویا اسطرح وہ تیرہ ہزار روپیہ بٹورنا چاہتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ کیمیا گر دھوکا باز لوگ اسیطرح نادانوں کو دھوکا دیکر لوٹا کرتے ہیں۔

مخالفین سلسلہ کی سخت مخالفت کے ذکر پر فرمایا۔ کہ ایسی مخالفتیں نشانات کے ظہور کی محرک ہو جاتی ہیں۔ اور انکی مخالفت کی مثال اس طرح پر ہے۔ کہ جس طرح ایک مشین (کل) کے ذریعہ سے کنواں نکالا جائے۔ جسکے پانی سے لوگ سیراب ہوں۔ ورنہ موافق لوگ جو آمنا و صدقنا کہکر خاموش ہو گئے۔ ان کے ذریعہ نشانات کے ظہور کی کیا تحریک ہو سکتی ہے اعجاز احمدی کے مطالعہ سے خود لوگ اس نتیجہ پر پہنچ جائینگے۔ کہ قرآن دانی اور عربی دانی کی اصل جڑ سلسلہ احمدیہ کے لوگوں میں ہی ہے۔ کیونکہ جب اس عربی کی مثل لانے سے ان کے تمام

علماء عاجز رہینگے۔ تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ماننا پڑیگا کہ قرآن دانی میں بھی یہ لوگ کمال رکھتے ہیں اعجاز احمدی میں ہم نے بہت سی پیشگوئیاں بھی کی ہیں۔ اور قرآنی آیت اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے یہ معنی بھی کئی مفسرین نے کئے ہیں۔ کہ اگر مخالفین اسلام کوئی سورت قرآن کے مقابل لکھکر بھی لادیں تو اسمیں پیشگوئیاں بھی اسی طرح ہوں جسطرح قرآن کریم میں ہیں۔ اسی طرح جو شخص اعجاز احمدی کا جواب لکھے اسکے لئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ پیشگوئیاں بھی ویسی ہی لکھے جیسی اسمیں درج ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مخالف لوگ مامور من اللہ کی عمر کو بڑھاتے ہیں۔ اور وہ ایک طرح سلسلہ نبوت کی رونق کا باعث ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انکی مخالفت کی وجہ سے ایک تحریک پیدا ہوتی اور خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ لیکن جب مخالفت دبنی شروع ہو جاتی ہے۔ تو گویا مامور کا کام بھی قریب الاختتام ہو جاتا ہے۔ اور وہ فتحیاب ہو کر دنیا سے اٹھا لیا جاتا ہے۔ دیکھو جبتک کفار مکہ کی مخالفت کا زور رہا اسوقت تک حضرت نبی کریم سے بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ لیکن جونہی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کا وقت آگیا تو آپ کے وصال کا وقت بھی قریب تر آگیا۔ فتح مکہ کیا تھی آپ کے وصال کا ایک پیش خیمہ تھی۔ غرض ایسی ایسی مخالفتوں سے بڑے بڑے فائدے بھی ہوتے ہیں۔ اور اگر زور سے مخالفت نہ ہو۔ تو اس زور سے تحریک اور تبلیغ نہیں ہوتی ؎

اسکے بعد وجودیوں (ہمہ اوستیوں) اور روافض وغیرہ کا ذکر ہوتا رہا۔ اور آپنے فرمایا۔ کہ زمین پر ایک ذرہ حرکت و سکون نہیں کر سکتا۔ جبتک کہ اول آسمان پر حرکت نہ ہو۔ وجودی ایسی ہی جگہ پر لغزش کھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔ طریق ادب یہ تھا۔ کہ اس مقام پر انسان ٹھہر کر غور اور تدبر سے کام لیتا۔ اور جو فرق عبد اور معبود کا ہے۔ اس سے آگے نہ بڑھتا۔ لیکن وہ ایسے طریقے پر چل رہا ہے۔ کہ اسکی عملی حالت بھی بگڑ رہی ہے۔ اور نوبت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ نماز روزہ و دیگر ارکان اسلام کی بجا آوری سے بھی فراغت حاصل کر لی ہے۔ یہ لوگ بھنگ و دیگر مسکرات کا استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور دہریت اور ان میں صرف انیس بیس کا فرق رہجاتا ہے۔ ان کی بے باکانہ گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس خیال کے لوگوں کی خیر نہیں ہے۔ عیسائیوں نے ایک انسان کو خدا بنا کر دنیا میں آگ لگا دی۔ اور وجودیوں نے ہر ایک وجود کو خدا بنا دیا۔ اور ان کا بُرا اثر ہندوؤں پر بھی جا پڑا ہے۔ حرمت کی کوئی پرواہ نہیں۔